ادب اور انسانی حقوق: منتخب اردو افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کی پیش کش

مقالہ برائے ایم-فل (اردو)

مقالہ نگار:

ناہید اختر

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

فروری ۲۰۲۵ء

ادب اور انسانی حقوق: منتخب اردو افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کی پیش کش

مقالہ برائے ایم-فل (اردو)

مقالہ نگار:

ناہید اختر

یہ مقالہ

ایم فل اُردو

کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا گیا

فیکلٹی آف لینگو یجز

(اُردو زبان و ادب)

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

فروری ۲۰۲۵ء

مقالے کے دفاع اور منظوری کا فارم

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالے کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف لینگو یجز کو اس مقالے کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالے کا عنوان: ادب اور انسانی حقوق: اردو افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کی پیش کش

پیش کار: ناہید اختر

رجسٹریشن نمبر: 41/MPhil/Urd/F21

ماسٹر آف فلاسفی

شعبہ: (اردو زبان و ادب)

ڈاکٹر نازیہ یونس ______________

(نگران مقالہ)

پروفیسر ڈاکٹر جمیل اصغر جامی ______________

(ڈین فیکلٹی آف لینگو یجز)

تاریخ: ______________

اقرار نامہ

میں ناہید اختر اقرار کرتی ہوں کہ مقالہ ہذا بعنوان: ” ادب اور انسانی حقوق: منتخب اردو افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کی پیش کش “ میرا ذاتی کام ہے۔ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد کے ایم فل سکالر کی حیثیت سے ڈاکٹر نازیہ یونس کی زیر نگرانی کیا گیا ہے۔ میں نے یہ کام اس سے پہلے کسی اور یونیورسٹی یا ادارے میں حصول سند کے لیے پیش نہیں کیا ہے اور نہ ہی آئندہ کروں گی۔

ناہید اختر

مقالہ نگار

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

فروری ۲۰۲۵ء

فہرست ابواب

عنوان	صفحہ نمبر
مقالہ کے دفاع اور منظوری کا فارم	III
اقرار نامہ	IV
فہرست ابواب	V
Abstract	VII
اظہار تشکر	VIII
باب اول: موضوع تحقیق کا تعارف، بنیادی مباحث	۱
الف۔ تمہید	۱
۱۔ موضوع کا تعارف	۱
۲۔ بیان مسئلہ	۲
۳۔ مقاصد تحقیق	۲
۴۔ تحقیقی سوالات	۲
۵۔ نظری دائرہ کار	۲
۶۔ تحقیقی طریقہ کار	۳
۷۔ مجوزہ موضوع پر ما قبل تحقیق	۳
۸۔ تحدید	۴
۹۔ پس منظری مطالعہ	۴
۱۰۔ تحقیق کی اہمیت	۵
ب۔ بنیادی مباحث	۶

ج۔ منتخب اردو افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کا پس منظری مطالعہ	۷
حوالہ جات	۱۵
باب دوم: منتخب اردو افسانوں صنفی، جنسی ہراسانی کی صورتوں کی پیش کش	۱۶
الف۔ صنفی ہراسانی اور جاگیردانہ نظام	۱۷
ب۔ صنفی لحاظ سے توہین امیز رویہ	۲۲
ج۔ خواتین کے ساتھ ہونے والا ناروا سلوک	۳۲
حوالہ جات	۳۷
باب سوم: منتخب اردو افسانوں میں معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کی پیش کش	۳۹
الف۔ طبقاتی ہراسانی کی صورتیں	۳۹
ب۔ دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی	۴۱
ج۔ مذہبی فرقہ واریت سے ہونے والی ہراسانی	۴۴
د۔ سماجی فرقہ واریت سے ہونے والی ہراسانی	۴۹
حوالہ جات	۶۰
باب چہارم: مجموعی جائزہ، نتائج اور سفارشات	۶۲
الف۔ مجموعی جائزہ	۶۲
ب۔ تحقیقی نتائج	۶۹
ج۔ سفارشات	۶۹
کتابیات	۷۰

ABSTRACT

The title of my Research, Thesis for my M.Phil. Urdu is "Literature and Human Rights: Presentation of Harassments in Selected Urdu Short Stories."

This research explores the intersection of literature and human rights through a focused examination of how harassment is portrayed in selected Urdu Short Stories. Drawing on the premise that literature not only reflects societal realities but also functions as a moral and ideological critique, the study investigates how Urdu fiction has responded to and represented various forms of harassment—social, psychological, sexual, and institutional—against vulnerable groups, particularly women. The study situates itself within the theoretical frameworks of human rights discourse and literary criticism, asserting that fiction can serve as a powerful tool for raising awareness, challenging oppressive norms, and advocating for justice. Through textual analysis of selected works by prominent Urdu writers, this research identifies recurring themes, narrative strategies, and character portrayals that expose the pervasive nature of harassment in both public and private spheres. The stories analysis reveals a spectrum of experiences ranging from overt abuse to subtle coercion, capturing the emotional and societal repercussions suffered by victims. The research also highlights the role of fiction in giving voice to marginalized individuals and in contesting the silence imposed by cultural taboos and patriarchal structures. In doing so, the study underscores how Urdu literature contributes meaningfully to the global conversation on human dignity, gender equity, and the right to live free from fear and humiliation. Ultimately, this work aims to bridge the gap between literary expression and socio-political activism by emphasizing the ethical responsibilities of writers and the transformative potential of fiction. The study concludes that Urdu fiction is not merely a reflection of social reality but also an active participant in the human rights struggle, offering resistance, empathy, and a vision for a more just society through the power of narrative.

اظہار تشکر

اس مقالے کی تکمیل کے لیے میں خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا اور بے حد شکر گزاری کے اظہار کے بعد اس مقالے کے لیے اپنی نگران مقالہ ڈاکٹر نازیہ یونس صاحبہ کی انتہائی ممنون و مشکور ہوں اور اس کے علاوہ اپنے شعبہ اردو زبان و ادب کے تمام اُساتذہ کرام کی بھی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے ابتدا سے اب تک ہر قدم پر میرا ساتھ دیا، ہر ہر مرحلے پر ان کی شفقت و محبت میرے شاملِ حال رہی اور مجھے جس وقت بھی ان کی ضرورت محسوس ہوئی وہ تمام کاموں کو پس پشت ڈال کر میری مدد کے لیے موجود رہیں۔

یہ تحقیقی مقالہ میرے والدین کی دعاؤں کا ثمر ہے جن کی دعاؤں سے میں اس قابل ہوئی ۔ اپنے والدین کی نہایت ہی زیادہ شکر گزار ہوں۔ اپنی والدہ جنہوں نے اپنی آغوش سے لے کر اس مرحلے تک قدم قدم پر میری حوصلہ آفزائی کی ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔ اپنے والد محترم جنہوں نے اپنی علمی بصیرت سے مجھے ابتدائی تعلیم سے لے کر تحقیقی سفر کی طرف والہانہ اظہار محبت سے راغب کیا۔ والدین کی سبق آموز صحبتیں اور زندگی کی مشکلات سے مقابلے کی ترغیب نے میرے عزم و حوصلے کو جن نئے راستوں سے آشنا کیا اس سے میرا مشکل سفر آسان سے آسان تر ہوتا گیا۔ اپنے بھائیوں کی بھی شکر گزار ہوں جو ہمیشہ میرے لئے محبت و شفقت کا سر چشمہ رہے اور میری زندگی کے لئے متفکر رہے۔ ان تمام کا شکریہ فرداً فرداً ادا کرنا میرا فرض ہے۔ میں اپنی دوستوں کی خاص طور پر شکر گزار ہوں جنہوں نے ہر قدم پر میرا حوصلہ بڑھایا اور میرے لیے کتابوں کی فراہمی کو آسان اور سہل بنایا۔ اور جنہوں نے اپنے لیے مختص وقت میں سے مجھے یہ مقالہ مکمل کرنے کا موقع دیا اور نہ صرف میری از حد مصروفیات پر خندہ پیشانی سے پیش آئے بلکہ میرے کام کے حوالے سے مجھے تحریک دی تا کہ میں جلد از جلد اپنا کام مکمل کر سکوں۔

پیش نظر موضوع "ادب اور انسانی حقوق: منتخب اردو افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کی پیش کش" بہت زیادہ تحقیق طلب اور تفصیل کا متقاضی تھا اور قلیل وقت میں اس وسیع موضوع کو سمونا دریا کو کوزے میں بند کر دینے کے مترادف بھی ہے۔ اس کے باوجود میں سمجھتی ہوں کہ یہ ایک طالب علمانہ کاوش ہے۔ اس میں اغلاط بھی ہوں گی اور لغزشیں بھی لیکن میں امید رکھتی ہوں کہ میری اس کاوش کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جائے گا۔

ناہید اختر

اسکالر ایم۔ فِل اُردو

باب اول:

موضوع کا تعارف بنیادی مباحث

الف۔ تمہید:

ا۔ موضوع کا تعارف:

ادب معاشرے کی عکاسی کرتا ہے اور مقامی اور عالمی اثرات قبول کرتا ہے اسی لیے ملک کے سیاسی سماجی حالات ادب پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ موجودہ دور میں جہاں ٹیکنالوجی کی بدولت تیزی سے ترقی ہو رہی ہے وہاں معاشرتی نظام کی تشکیل کے ساتھ طبقاتی، مذہبی، معاشرتی ہراسانی کے مسائل میں بھی اضافہ ہوا ہے اور کئی طرح کے مسائل پیدا ہوتے رہے ان مسائل اور زیادتیوں کی نشاندہی اور سزائیں بھی وقت کے ساتھ ساتھ سامنے آتی رہیں ہراسانی کی صورتیں مختلف نوعیت کی ہیں جیسے سیاسی، مذہبی، جنسی، معاشی اور طبقاتی اس کی اہم صورتیں ہیں ان کے سدباب کے لیے ملکی اور عالمی سطح پر بنیادی حقوق کے قوانین بنائے گئے ہیں اردو افسانہ نگاروں نے معاشرے میں ہونے ہراسانی کے مختلف واقعات کو افسانوں میں تحریر کیا اور محکوم طبقے کی نمائندگی کی ہے جاگیر دارنہ نظام میں محکوم طبقہ کو ہراساں کیا جاتا رہا ہے اسی طرح فرقہ ورانہ منافرت پھیلا کر لوگوں کو خوف وہراس میں مبتلا کیا جاتا ہے اور کہیں صنفی لحاظ سے خواتین کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اردو افسانہ نگاروں نے کے ہر دور میں سیاسی سماجی، طبقاتی اور معاشی مسائل کا احاطہ کیا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد اردو افسانوں میں ہراساں کیے جانے والے موضوعات کی مختلف صورتوں کو بیاں کرنا ہے ان افسانہ نگاروں کے ہاں وہ تمام معاشرتی مسائل ملتے ہیں جن میں کہیں نہ کہیں ہراسانی کی مختلف صورتیں موجود ہیں یعنی طبقاتی، مذہبی، جنسی، معاشی ناانصافی وغیرہ ان افسانہ نگاروں کے ہاں موضوعات کا تنوع موجود ہے۔

۲۔بیان مسئلہ:

اس تحقیق کا تحت اردو افسانے کے ان منتخب نامور افسانہ نگاروں کے افسانوں کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے جنہوں نے ہراسانی کی مختلف صورتوں کو موضوع بنایا۔ جن میں صنفی اور معاشرتی لحاظ ہراسانی کے واقعات، فرقہ واریت، دہشت گردی کے واقعات سے ہونےوالے خوف ہراس شامل ہیں۔ مجوزہ تحقیقی مقالہ میں طبقاتی، صنفی مذہبی، جنسی اور معاشی لحاظ سے ہراسانی کی صورتوں کا تحقیقی مطالعہ کیا گیا۔

۳۔مقاصد تحقیق :

۱۔ اردوادب میں منتخب افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کی روایت بیان کرنا

۲۔ منتخب اردوافسانوں میں صنفی ہراسانی کی صورتوں کا جائزہ لینا

۳۔ منتخب اردوافسانوں میں ہراسانی کی معاشرتی اقسام کی نشاندہی کرنا

۴۔ تحقیقی سوالات :

۱ ۔ منتخب افسانہ نگاروں کے ہاں ہراسانی کی صورتوں کیاہیں ؟

۲۔ منتخب اردوافسانہ نگاروں نے ہراسانی کی جن صورتوں کو پیش کیاان کے معاشرتی اور تہذیبی لحاظ سے اثرات کیا ہیں ؟

۳۔ منتخب افسانہ نگاروں کے ہاں ہراسانی کی کونسی اقسام مشترک ہیں اور کیوں ؟

۵۔ نظری دائرہ کار:

ہراس لفظ تاریخی حقائق کے مطابق ۱۵۷۲ء میں اس لفظ کے شواہد ملتے ہیں جن کے مطابق یہ لاطینی زبان کا لفظ جس کے معنی زحمت، پریشانی کے ہیں۔اس کے علاوہ ہراس (Harass)لفظ انگریزی زبان میں

(Ment)کے لاحقے کے ساتھ ۱۷۵۳ء میں استعمال ہوا جبکہ ریختہ ڈکشنری کے مطابق یہ فارسی زبان کا لفظ ہے ہراسانی یاہراساں جس کے معنی،ڈرا ہواخوف زدہ ناامید،دہشت زدہ،پریشان۔

Cambridge dictionary Harass meaning, Annoy, upset Harassment meaning illegal behaviour towards a person that causes mental or emotional suffering.

مجوزہ موضوع منتخب اردو افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں سے متعلق ہے اردو افسانہ نگاروں نے ہر دور میں اپنے گردو پیش کے ماحول کا مشاہدہ کر کے اپنے افسانوں میں ان ہراسانی کی مختلف صورتوں کی عکاسی کی ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ معاشرت،ماحول اور معاش نے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں یہی وجہ ہے کہ اردوافسانہ نگاروں نے معاشرتی جبر یہ ماحول سے پھیلنے والے خوف وہراس کا مشاہدہ کرتے ہوئے اردو افسانوں میں ہراسانی کی مختلف صورتوں کو تحریر کیا۔ اس تحقیقی موضوع کے تحت نظری دائرہ کار میں ہراسانی کے موضوعات سے متعلق درج زیل انگریزی کتب سے استفادہ کیاجائے گا۔

Violence and harassment against woman and man in the world of work Jane Pillinger ILO publication 2017.

ڈاکٹر جین پلینجر صنفی ہراسانی اور جسمانی تشدد کے مسائل کے حوالے سے عالمی سطح پر کام کر رہی ہیں اس حوالے سے انہوں نے کتابیں اور مضامین قلمبند کیے ہیں۔ڈاکٹر جین پلیجر نے اس کتاب میں ہراسانی کی جن صورتوں کو بیاں کیاہے ان کے نکات درج زیل ہیں۔

- صنفی ہراسانی
- معاشرتی ہراسانی
- طبقاتی ہراسانی
- جنسی ہراسانی

جین پلینجر گذشتہ بیس سالوں سے انسانی حقوق کے حوالے سے مختلف اداروں UN اور ILOکے ساتھ کام کر رہی ہیں اس کتاب میں صنفی ہراسانی ،گھریلو تشدد اور ملازمین پر ہونے والے نفسیاتی اور جسمانی تشدد کے

واقعات کو بیان کیا ہے اس کے ساتھ ملکی اور عالمی سطح پر جو تنظیمیں تشدد اور جبری مشقت کے خاتمے کے لیے کام کر رہی ہیں ان کے متعلق مفید معلومات دی گئی ہیں لہذا اس کو بھی نظری دائرہ کار میں شامل کیا گیا ہے۔

۶۔ تحقیقی طریقہ کار:

تحقیق کے دوران دستاویزی طریقہ تحقیق اپناتے ہوئے تحقیقی کتب پیش نظر رکھا گیا ہے ۔بنیادی مآخذ کے لیے افسانوی مجموعوں سے استفادہ کرتے ہوئے منتخب افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کا جائزہ لیا گیا ۔جب کہ ثانوی ماخذات تک رسائی حاصل کرنے کے لیے مختلف لائبریریوں سے معلومات لیں اور اس کے علاوہ ہراسانی سے متعلق آرٹیکلز اور انلائن ویب سائیٹ کے ذریعے بھی استفادہ کیا گیا۔

۷۔ مجوزہ موضوع پر ماقبل تحقیق :

اردو افسانوں میں اس طرح کا تحقیقی موضوع میری پیش نظر نہیں رہا البتہ اردو ناول میں انسانی استحصال اور خواتین کے مسائل کے حوالے سے مقالہ جات موجود ہیں۔

خالد فتح محمد کے ناولوں میں انسانی استحصال کا تجزیاتی مطالعہ بحوالہ خلیج،زینہ ،مقالہ برائے ایم فل اردو مقالہ نگار،سارہ نواز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لیگویجز،اسلام آباد جون ۲۰۲۱ء

مقتدر سماجی طبقات کے استحصالی رویے :معاصر اردو ناول میں افسر شاہی کی قباحتوں کی عکاسی کا مابعد نو آبادیاتی مطالعہ ،مقالہ برائے ایم فل اردو،طیبہ بتول، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

خیبر پختون خوا کی افسانہ نگاروں کے افسانوں میں خواتین کے مسائل ،مقالہ برائے پی ایچ ڈی ،مقالہ نگار امجد علی شعبہ ارود جامعہ پشاور۔ ۲۰۱۲ء

۸۔ تحدید :

مجوزہ تحقیق میں منتخب معروف افسانہ نگاروں کے منتخب افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کا تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے ان میں رشید امجد، منشایاد آصف فرخی، مبین مرزا،زاہدہ حنا،طاہرہ اقبال،خالدہ حسین کے منتخب افسانے شامل ہیں۔

۹۔ پس منظری مطالعہ:

ent against woman and man in the world of work Dr. mViolence and harass

Jane Pillinger

ایمائل ڈر خانم کی کتاب The Roles of Sociological Methods ایمائل ڈر خانم معاشرتی طبقاتی تقسیم اور فرقہ پرستی کے خلاف تھے۔ ان کے مطابق معاشرہ میں افراد کو مل جل کر رہنا چاہیے۔ معاشرتی مسائل کے حوالے سے یہ کتاب بھی مطالعے کا حصہ ہے۔ اس کے علاوہ طاہرہ اقبال کی کتاب ”پاکستانی اردو افسانہ سیاسی و تاریخی تناظر میں“ اس کتاب میں ہجرت کے مسائل، سقوط مشرقی پاکستان، مارشل لا، دہشت گردی کے مسائل پر بات کی ہے۔ عورت زندگی کا زندان بھی خواتین کے حقوق کے حوالے سے زیرِ مطالعہ ہے۔

۱۰۔ تحقیق کی اہمیت:

پاکستانی اردو افسانوں میں ہراسانی کے عناصر پر تحقیقی کام منفرد نوعیت کا ہے ہراسانی کے حوالے سے دیکھا جائے تو مرد اور عورت دونوں ہی اس کی لپیٹ میں ہیں۔ ان کی صورتیں مختلف ہیں افسانہ چونکہ سماجی مسائل اور حالات کی بہترین عکاسی کرتا ہے اس لیے اردو افسانہ بھی اس موضوع سے عاری نہیں ہے اردو افسانہ میں ہراسانی کے موضوع پر اس سے قبل اس قسم کا تحقیقی کام نہیں کیا گیا البتہ بچوں میں جنسی ہراسانی کے حوالے سے مقالہ جات موجود ہیں اس تحقیق کے تحت پاکستانی منتخب افسانہ نگاروں کے افسانوں میں ہراسانی کے موضوعات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گیا۔ اردو افسانہ نگاروں نے ہر دور میں سیاسی، سماجی، معاشی صورتحال کو بیاں کرتے ہوئے معاشرتی مسائل کی عکاسی کی ہے۔ اردو افسانہ نگاروں نے محکوم طبقہ کو ہراساں کیے جانے والے واقعات کو تحریر کیا اور ہر دور میں محکوم طبقے کی نمائندگی کی ہے۔ جاگیر درانہ نظام میں ہر دور محکوم طبقے کو ہراساں کیا جاتا رہا ہے اسی طرح خواتین کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور ہراساں کیا جاتا رہا ہے۔ موجودہ دور میں جہاں جدید ٹیکنالوجی کی بدولت بہت سی آسانیاں ہوئیں وہاں بہت سے مسائل کا سامنا بھی ہے مثلاً ہراسانی کی مختلف صورتوں میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے انٹرنیشنل لیبر اوگنائزیشن کی شائع شدہ رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں دوران ملازمت ہر دس میں سے ایک فرد کو ہراسانی کا سامنا رہا جن میں زیادہ تعداد مردوں کی تھی اس تحقیق کے تحت ہراسانی کی صورتوں کا تجزیہ

کرتے ہوئے منتخب اردو افسانہ میں ہراسانی کی مختلف صورتوں کو موضوع بنایا گیا۔ جن میں معاشرتی صنفی، جنسی اور معاشی لحاظ سے ہراسانی کے موضوعات کا تحقیق جائزہ لیا گیا ہے ۔

ب۔ بنیادی مباحث:

ہراسانی معنی و مفہوم :

ہراس لفظ تاریخی حقائق کے مطابق ۱۵۷۲ء میں اس لفظ کے شواہد ملتے ہیں جن کے مطابق یہ لاطینی زبان کا لفظ جس کے معنی زحمت، پریشانی کے ہیں۔اس کے علاوہ ہراس (Harass) لفظ انگریزی زبان میں (Ment) کے لاحقے کے ساتھ ۱۷۵۳ء میں استعمال ہوا لغات میں درج معنی : ریختہ ڈکشنری: یہ فارسی زبان کا لفظ ہے ہراسانی یا ہراساں جس کے معنی، ڈرا ہوا خوف زدہ ناامید، دہشت زدہ، پریشان ،نوراللغات: ہراساں ڈرا ہوا، خوف زدہ، خوفناک کے ہیں۔ ہراسانی یا ہراساں لفظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔

Cambridge dictionary Harass meaning, Annoy, upset Harassment meaning illegal behaviour towards a person that causes mental or emotional suffering.

ہراسانی کی اقسام:

کسی بھی انسان کا ایسا رویہ جس سے کسی فرد کی تذلیل ہو یا وہ اس سلوک سے زہنی ازیت میں مبتلا ہو ہراسانی کی وجہ بنتا ہے اردو افسانہ نگاروں نے ہر دور میں گردو پیش کا مشاہدہ کرتے ہوئے افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کو بیان کیا اور بنیادی انسانی حقوق کے لیے آواز بلند کی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ماحول اور معاش کے انسانی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوئے افسانہ نگاروں نے معاشرتی جبریہ ماحول سے پھیلنے والے خوف کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہراسانی کی مختلف واقعات کو تحریر کرتے ہوئے زندگیوں کے تلخ حقائق کو بیان کیا۔ اردو ادب کے لکھاریوں نے ہر دور میں معاشرتی حقائق کو موضوع بنایا اور ہراسانی کی مختلف صورتوں کو افسانوں میں بیان کرتے ہوئے سماجی نمائندگی کی۔

صنفی ہراسانی: کسی بھی عورت، مرد یا تیسری جنس کو ذہنی یا جسمانی اذیت دینا اور بنیادی انسانی حقوق سے محرم رکھنا صنفی ہراسانی کہلاتا ہے۔ اردو افسانہ نگاروں نے صنفی ہراسانی کہلاتا ہے۔ اردو افسانہ نگاروں نے صنفی ہراسانی کی صورتیں کو بیان کرتے ہوئے سماجی حقیقتوں کو موضوع بنایا اور محکوم طبقے سے ہونے والی ظلم و زیادتی کے

ذمہ دار لوگوں کے مکروہ چہروں کو سامنے لائے اور افسانوں میں علامتی انداز اپناتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کیا۔

معاشرتی ہراسانی: اردو افسانہ نگاروں نے بنیادی انسانی حقوق کی بحالی اور عدم تحفظ کا شکار محکوم طبقے کی زندگیوں کے مسائل کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کے واقعات کو بیان کیا ۔ سرعام ہونے ظلم و جبر کے خاتمے کے لیے محکوم طبقے کے ساتھ کھڑے ہوئے اور توہم پرستی اور غیر اخلاقی رسومات کا نشانہ بننے والے افراد کی زندگیوں کے تلخ حقائق کو افسانوں کا موضوع بنایا۔

طبقاتی ہراسانی :اردو افسانہ کے ہر دور میں معاشرتی طبقاتی مسائل کو بیان کیا گیا۔ یہ تقسیم رنگ، نسل، مذہب کی بنیاد پر مبنی ہے۔انہوں نے ہر دور میں ظلم، جبر، زیادتی کو موضوع بناتے ہوئے انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھائی اور توہم پرستی اور غیر اخلاقی رسومات سے ہونے والی. ہراسانی کو افسانوں میں بیان کیا ۔

ڈاکٹر جین پلینجر گزشتہ کئی سالوں سے انسانی حقوق کے حوالے سے انسانی حقوق کی تنظیموں آئی ایل او اور یواین کے ساتھ عالمی سطح پر کام کر رہی ہیں اس لیے ان کے نظریہ کو لیا گیا ہے انہوں نے ہراسانی کی مختلف صورتوں کو بیاں کرتے ہوئے نسلی، طبقاتی، جنسی ہراسانی اور جبری مشقت کے مسائل کو تحریر کیا ہے اس کے علاوہ گھریلو تشدد اور ملازمین پر ہونے والے نفسیاتی اور جسمانی تشدد کے واقعات کو تحریر کیا: "Violence and harassment against woman and man in the world of work Jane Pillinger"

ڈاکٹر جین پلینجر نے اس کتاب میں پچیس ملکوں سے منتخب کیے گیے ہراسانی کے پینتیس واقعات جو صنفی، نسلی، جنسی اور طبقاتی سے متعلق ہیں تحریر کرتے ہوئے ہراسانی کے اسباب اور وجوہات کو بیان کیا جین پلینجر تنظیموں کے ساتھ گزشتہ بیس سالوں سے صنفی ہراسانی کے موضوعات پر کام کر رہی ہیں ۔

ج۔ منتخب اردو افسانوں میں ہراسانی کی صورتوں کا پس منظری مطالعہ :

اردو افسانہ نگاروں نے معاشرتی تلخ حقائق کو بیان کرتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق کے لیے آواز بلند کی اور معاشرتی توہم پرستی سے ہونے والے ہراسانی کے واقعات کو موضوع بناتے ہوئے غیر اخلاقی رسومات کا نشانہ بننے والی خواتین، ستی اور ونی کی رسومات جاگیر درانہ نظام میں ہونے والے مظالم اور نچلی ذاتوں سے ہونے والا ناروا سلوک کی وجہ سے ہونے والے معاشرتی ہراسانی کے واقعات کو اردو افسانہ میں بیان کیا اردو افسانہ کے ہر دور میں ہمیں معاشرتی مسائل ملتے ہیں جن میں ہراسانی کی مختلف صورتیں طبقاتی، مذہبی، معاشی صنفی ملتی ہیں ان افسانہ نگاروں

نے معاشرتی ہراسانی کے واقعات،فرقہ واریت، دہشت گردی سے ہونے والے خوف ہراس سے متاثر کرداروں کی زندگیوں کے المیوں کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت کی عکاسی کی۔ اردو افسانہ کی ابتدا میں اخلاقی، معاشرتی، اصلاحی موضوعات کے ساتھ معاشرتی اقدار کی پامالی ،خواتین پر ہونے والے بے جادہ مظالم توہم پرستی جیسے موضوعات ملتے ہیں اردو افسانہ نگاروں پریم چند، کرشن چندر، احمد ندیم قاسمی، اختر حسین رائے پوری، راجندر سنگھ بیدی عصمت چغتائی، سعادت حسن منٹو، غلام عباس نے ادب کو نئے موضوعات سے روشناس کروایا تقسیم ہند کا اثرات جہاں ہر طبقے پر پڑا وہاں اس نے ادب کو بھی متاثر کیا۔ اردو ادب پر اس کے بہت اثرات مرتب ہوئے اور افسانہ نگاروں نے تقسیم فسادات سماجی مسائل کو افسانوں کا حصہ بنایا تقسیم کے بعد جو تبدیلیاں ہوئیں ان کے اثرات ادب پر بھی پڑے ساٹھ کی دہائی میں ہونے والی سیاسی صورتحال مارشل لا میں ہونے والے سیاسی جبر کے اثرات ادب پر بھی پڑے اور افسانہ نگاروں نے اس سیاسی گھٹن زدہ جبریہ ماحول اور معاشری ہراسانی کے مسائل کو تحریر کیا مارشل لا کا آمرانہ نظام سے ہونے والی ہراسانی کے اثرات بھی ہمیں اس دور کے افسانہ نگاروں کے ہاں ملتے ہیں مارشل لا کا آمرانہ نظام کے اثرات اور ظلم وجبر سے ہراساں کردار بھی ہمیں اس دور کے افسانوں میں ملتے ہیں مارشل لا کا دور شروع ہوتے ہی سیاسی آزادی پر لگائی گئی ان پابندیوں کی وجہ سے نئے موضوعات ادب کا حصہ بنے۔

اردو افسانہ کا باقاعدہ آغاز سے ہی اصلاحی تحریکوں نے جنم لیا ابتدائی دور میں پریم چند کے افسانوں میں ہمیں معاشرتی جبر اور اصلاحی موضوعات ملتے ہیں پروفیسر قمر رئیس لکھتے ہیں کہ :

> ”پریم چند پہلے ادیب ہیں جنھوں نے ہندوستانی گاؤں کے کسانوں، کھیت مزدوروں اور ہریجنوں کی عظمت اور انسانی وقار کو سمجھا۔ ان کے لیے ادب کے کشادہ دروازے کھولے، انھیں ہیرو بنا کر، ان کے دکھ سکھ کی گاتھا سنا کر اردو کے افسانوی ادب کو نئی وسعتوں اور ایک نئے احساسِ جمال سے آشنا کیا۔ “[۱]

وقار عظیم میں کچھ یوں لکھتے ہیں کہ:

> ”پریم چند کے کئی سو افسانے دیہاتی زندگی کے افسانے ہیں ان افسانوں میں پہلی مرتبہ اردو میں ہماری سماج کے خاص خاص کرداروں کو ہمارے سامنے اس طرح جیتا جاگتا لا کھڑا کیا ہے کہ ہم ان کی صورت وشکل اور اندازے کے علاوہ ان کی نفسیات ان کے جزبات اور ان کی دل کی گہرائیوں کے رازدار بن گئے ہیں۔ “[۲]

پریم چند نے عام انسان کی زندگی اور دیہی مسائل کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی عکاسی کرتے ہیں ان افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں معاشرتی بے بسی، ظلم، جاگیر دارانہ نظام، جبر کے واقعات کو تحریر کرتے ہوئے مظلوموں کے حق لیے آواز اٹھائی اس دور کی کہانیوں میں معاشرتی موضوعات اور عصری مشاہدات کو بیان کیا گیا۔ افسانہ "سفید خون "اس افسانہ میں طبقاتی اختلافات کو موضوع بناتے ہوئے توہم پرستی سے ہونے والی ہراسانی کو بیاں کیا ہے کہانی میں کسان کے بیٹے سادھو کی زندگی کو بیان کرتے ہوئے ہندوؤں کی چھوت کی رسموں اور توہم پرستی کو بیاں کیا۔اس کہانی میں قحط زدہ معاشرے کی پریشانیوں کو موضوع کچھ اس طرح بنایا گیا ہے کہ "تم اتنے دن پادریوں کے ساتھ رہے ہو انہوں نے تمہیں پادری بنالیا ہو گا۔"[۳]

یہ کسان کی کہانی ہے ایک کسان کا بچہ سادھو قحط سے تنگ آکر پادری موہان داس کے ساتھ چلا جاتا ہے اور جب بہت عرصے بعد واپس گھر آتا ہے تو اس کی ذات برادری والے تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اس کے گھر والوں کو حکم دیتے ہیں کہ یہ ان کے ساتھ نہیں رہ سکتا اگر اسے ساتھ رکھنا ہے تو اچھوت بن رکھنا ہو گا۔

پریم چند کے افسانہ "خون سفید "میں قحط زدہ معاشرے کی بے بسی کو تحریر کرتے ہیں اس کہانی میں ہندوؤں کے مذاہب میں ہونے والی طبقاتی تقسیم کو موضوع بناتے ہوئے توہم پرستی کو بیاں کیا گیا ہے ۔یہ ایک کسان کے بیٹے کی کہانی ہے جو قحط سے تنگ آکر پادری کے ساتھ چلا جاتا ہے اور بہت عرصہ بعد جب ماں باپ کی محبت سے بے چین واپس آتا ہے تو اسے ہندو برادری اسے یہ حکم سناتی ہے کہ وہ اب والدین کے ساتھ نہیں رہ سکتا اگر اسے وہاں رہنا ہے تو اچھوت بن کر رہنا ہو گا پریم چند نے ہندوؤں کی توہم پرست رسوم سے ہونے والی ہراسانی کے مسائل کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کیا ۔

پریم چند نے دیہی موضوعات جن میں کسانوں کے ساتھ ہونے والے مظالم اور جبر کو تحریر کیا افسانہ سوا سیر گیہوں اس افسانہ میں پریم چند دیہی ماحول کی مشکلات اور کسانوں کے حالات زندگی کو بیاں کرتے ہوئے شنکر کی کہانی تحریر کرتے ہیں کہانی میں پریم چند نے علامتی انداز اپناتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس طرح پروہت نے سوا سیر گیہوں دے کر شنکر کو ہمیشہ کے لیے خرید لیا اسی طرح عالمی طاقتیں کمزور ملکوں کو قرضے دے کر ہمیشہ کے لیے محکوم بنالیتی ہیں بیاض کی رقم سے آنے والے نسلیں ان قرضوں کے بوجھ تلے دب جاتی ہیں جو بڑھتا ہی چلا جاتا ہے افسانہ میں معاشی ہراسانی سے متاثر کردار شنکر کی کہانی کو علامت بنا معاشرتی تلخ حقیقتوں پر مبنی کہانی تحریر کرتے ہیں اس کہانی میں قرض کی رقم پر لگے سود کے ذریعے مزدور کسانوں پر ہونے والے ظلم کے بارے میں بات کی گئی۔پریم چند

نے عام انسان کی زندگی کے واقعات کو موضوع بناتے ہیں ۔انہوں نے اپنے افسانوں میں معاشرتی بے بسی ظلم ،جاگیر دارانہ نظام ،جبر ،کے واقعات کو تحریر کیا اور مظلوموں کے حق لیے آواز اٹھائی اس دور کی کہانیوں میں معاشرتی موضوعات اور عصری مشاہدات کو بیان ملتے ہیں پریم چند کے افسانوں میں کردار ایک تصویری صورت میں نظر آتے ہیں ااس لیے ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ پریم چند سے اردو ادب کو جو نیا دور چل نکلا تھا اسے عہد بہ عہد تبدیلی کے ساتھ ایک نیا رنگ اور نیا انداز ملا پریم چند کی تحریروں میں حب لاوطنی بھی کے احساسات بھی ملتے ہیں پریم چند کے کردارواں میں تسلسل نظر آتا ہے پڑھنے والے پر ان کی تحریر کا اثر دیر تک رہتا ہے ۔یہی خاصیت کرشن چندر کے افسانوں میں بھی پائی جاتی ہے باوجود اس کے ان کی کچھ تحریروں میں تخیل اور منظر نگاری زیادہ نظر آتی ہے کرشن چندر معاشرتی حقیقت نگاری کے بہترین عکاس ہیں ۔افسانہ "امرتسر آزادی کے بعد" اس کہانی میں کرشن چندر نے چندر تقسیم کے وقت ہونے والی ہولناک صورتحال کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کے واقعات کو تحریر کیا انہوں نے ہندوؤں مسلمانوں اور سکھوں کی زندگیوں کے المیوں کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کی ہے۔ "امرت سر میں ہندو مسلم فرقہ ورانہ فسادات کی ہولناک لپیٹ میں آچکے تھے۔"[۴]

افسانہ "اندھا چھترپتی" میں ایک ایسے بے بس انسان کی کہانی کو بیاں کیا گیا ہے جسے معاشرتی تلخ رویئوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے والدین کی موت کے بعد اس کے رشتہ دار اس کی زمینوں پر قبضہ کرلیتے ہیں اس کہانی میں نے لوگوں کے مکار رویئوں سے ہونے والی ہراسانی کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی تلخ حقائق کو بیان کیا ۔

اسی طرح افسانہ "ان داتا" کرشن چندر کا یہ افسانہ قحط کے موضوع پر لکھا گیا اس کہانی میں قحط سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی کی صورتحال بات کی گئی۔ بنگال کے دیہی علاقے میں ہونے والے قحط سے اس حد تک لوگ خوف وہراس کا شکار تھے قحط سے ہونے والے بھوک نے انھیں اس حد تک بے حس کر دیا تھا کہ وہ عوتوں کو بیچنے کے لیے تیار تھے اور یہ بے بسی کی انتہا تھی "ہندو پناہ گزینوں کا جھتا قریب آتا گیا، ڈھولوں کی آواز تیز ہوتی گئی جھتے کے قریب آتے ہی گولیوں کی آواز کانوں میں آئی اور لوگوں نے اپنے سر کھڑکیوں سے پیچھے ہٹا لیے۔"[۵]

"پشاور ایکسپرس" اس کہانی میں تقسیم کے وقت ہونے والے خوف سے ہونے والی ہراسانی کو موضوع بنایا کہانی میں ہندو مسلم فسادات سے ہونے والے خوف وہراس بناتے ہوئے تقسیم کے وقت ہونے والی معاشرتی تلخ حقائق کو بیان کیا گیا ہے ۔

"ابھی نمبر ۲ پلیٹ فارم پر جو مسلم مہاجریں کی گاڑی آکر رکی تھی اس میں چار سو مسلمان مسافر کم تھے اور پچاس مسلم عورتیں اغوا کرلی گئی تھیں اس لیے یہاں پر بھی پر بھی پچاس عورتیں چن جن کر نکال لی گئیں، اور چار سو ہندو مسافروں کو تہ تیغ کیا گیا "[۶]

کرشن چندر کا یہ افسانہ تقسیم کے وقت ہونے والی معاشرتی ہراسانی اور فرقہ ورانہ فسادات پر مبنی ہیں ان کے افسانوی مجموعے زندگی کے موڑ پر، ان داتا میں قحط بنگال سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی کو موضوع بنایا گیا۔ ان کے ہاں ہمیں سیاسی غلامی اور طبقاتی جبر یہ رویوں سے متاثر کردار ملتے ہیں انہوں نے سماجی حقیقت نگاری اور دیہی ماحول میں ہونے والی صنفی ہراسانی سے متاثر افراد کے موضوعات تحریر کیے انہوں نے تقسیم کے وقت ہراسانی سے متاثر خواتین، مہاجر کیمپ کی صورتحال کو بیان کرتے ہوئے وہاں خوف و ہراس کو موضوع بنایا گیا ہے کرشن چندر کے افسانوی مجموعے ہم وحشی ہیں افسانہ امر تسر آزادی سے پہلے، امر تسر آزادی کے بعد، پشاور ایکسپرس میں تقسیم کے وقت ہونے والی ہراسانی اور فرقہ ورانہ فسادات پر مبنی ہیں ان کہانیوں میں تقسیم سے ہونے والی فسادت ہراسانی اور سماجی تلخ حقائق کو موضوع بنایا گیا ہے کرشن جندر نے معاشرتی تلخ حقائق کو بے نقاب کرتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھائی ان افسانہ نگاروں کے ہاں موضوع کے اعتبار سے سماجی حقیقت نگاری اور ظلم وجبر سے متاثر کردار ملتے ہیں۔

راجندر سنگھ بیدی کے ہاں ہمیں سیاسی سماجی حالات سے متعلق موضوعات ملتے ہیں انہوں نے ترقی پسند تحریک میں اہم کردار ادا کیا ان کی کہانیوں میں معاشی طبقاتی تقسیم کے سماجی پہلو نمایاں نظر آتے ہیں ۔

"افسانہ "بھولا" راجندر سنگھ بیدی نے اس افسانہ میں ہراسانی سے متاثر کردار مایا کی کہانی بیان کرتے ہوئے معاشرتی ستم ضریفی اور بیوہ عورتوں پر ہونے مظالم پر بات کی گئی ہے۔ "مایا بیوہ تھی اور سماج اسے اچھے کپڑے پہننے اور خوشی کی بات میں حصہ لینے سے بھی روکتا ہے۔ "[۷]

کہانی میں بیوہ عورت سے ہونے والے ناروا سلوک کو موضوع بناتے ہوئے معاشرے کی فرسودہ روایات سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی پر بات کی گئی ۔ افسانہ "لاجونتی، یہ کہانی تقسیم کے وقت فسادات میں اغوا ہونے والی لاجونتی کی ہے جو قیدیوں کے تبادلہ ہونے پر واپس اپنے دیس آتی ہے اس کہانی میں تقسیم ہند کا سانحہ بیان کرتے ہوئے عورت کے جزبات کی بات کی ہے لاجونتی کا شوہر اسے دیوی کہ کر بلاتا ہے مگر مغویہ ہونے کے بعد لاجونتی ٹوٹ کر بکھر جاتی ہے "مغویہ عورتوں میں کچھ ایسی بھی ہیں جن کے شوہروں، جن کے ماں باپ، بہن بھائیوں نے انہیں پہچاننے سے انکار کر دیا تھا آخر وہ مر کیوں نہ گئیں۔ "[۸]

یہ افسانہ تقسیم کے وقت بچھڑ جانے والے لوگوں کی زندگیوں المیہ ہے جنھیں فسادات کے وقت ظلم و ستم سہناپڑا واپس اپنے دیس آنے کے بعد بھی معاشرتی کاٹ دار رویوں کا سامنا تھا سندر لال جو لاجونتی کا شوہر بھی ہے جو محکوم عورتوں کا ساتھ دیتا ہے اور ان کے حق کے لیے آواز بھی بلند کرتا ہے وہ لاجونتی کو واپس گھر تو لے آتا ہے لیکن وہم اور وسوسے اسے اپنے زندگی میں لوٹنے نہیں دیتے ۔

راجندر سنگھ بیدی نے اس کہانی میں تقسیم ہند کا سانحہ بیان کرتے ہوئے معاشرتی تلخ رویوں سے ہراساں عورت کی بارے میں بات کرتے ہوئے لاجونتی اور اس کے شوہر سندر لال کی کہانی بیان کی گئی ہے لاجونتی جسے اس کا شوہر دیوی کہ کر بلاتا تھا مگر مغویہ ہونے کے بعد وہی لاجونتی ٹوٹ کر بکھر جاتی ہے ان کی تحریروں میں حقیقت نگاری کا رجحان غالب ہے اسی طرح افسانہ بھولا میں توہم پرست رسومات سے ہونے متاثر ہونے عورت کی کہانی کو موضوع بنایا ۔انھوں نے مظلوم سماجی روئیوں اور معاشرتی بے حسی سے متاثر افراد کے موضوعات کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی نمائندگی کی۔ عصمت چغتائی کے ہاں معاشرتی ظلم کی اور ناانصافی سے متاثر ہراسانی کی صورتیں ملتی ہیں جیسے کہ ان افسانہ ”بھیڑیں “میں معاشرتی بے بسی عورتوں خرید و فروخت اور بے چارگی کے المیہ کو بنایا گیا ہے۔

> ”آہستہ آہستہ وہ انہیں اپنے اثر رسوخ سے کسی فلیٹ یا چھوٹے سے کام پر چپکا دیتی ہیں صرف روٹی اور پرانے کپڑے کے عوض اور یوں وہ ایک طرح اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا ابتدائی سبق سیکھتی ہیں۔ میگی اور سیلینا جس کیمپ سے آئی تھیں وہ قحط کی ماری چھ چھ برس لڑکیوں پر مبنی تھی۔“[9]

اس کہانی نو برس کی چائیلڈ لیبر میگی اور سلینا کی کہانی بیاں کرتے ہوئے معاشرتی ناانصافیوں اور بے بس رویوں اور عورتوں کی خرید و فروخت سے ہونے والی ہراسانی کو بیان کیا گیا ہے ۔افسانہ ”بیکار “میں ایک عورت کی کہانی ہے جو گھر کے حالات بہتر کرنے کے لیے اسکول میں نوکری کرتی ہے معاشرے کی عورتیں حقارت کی نظر سے دیکھی ہیں اسے اپنے ہی شوہر تنقید کا نشانہ بناتا ہے۔”ہم پوچھ رہے ہیں اور تو اڑن گھائیاں بتا رہی ہے حرام زادی ۔۔۔۔”الو کی پٹھی باقر میاں نے خوفناک انداز میں اٹھتے ہوئے سانپ کی طرح پھنکار کر کہا۔“[10]

یہ کہانی فرسودہ معاشرتی رویوں سے متاثر ہونے والی ہراسانی سے متاثر ہاجرہ جو گھر میں فاقوں کی نوبت آ جانے کی وجہ سے وہ شوہر سے اسکول میں پڑھانے کی اجازت مانگتی ہے لیکن اسے مردانہ حاکمانہ تسلط اور جابرانہ والے شوہر اسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔”آج آ جائے حرام زادی، مزہ نہ چکھا دیا تو باپ کا نطفہ نہیں “ عصمت چغتائی نے خواتین کے حقوق کے موضوعات کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کی مختلف صورتوں کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی توہم پرست رسومات کو تحریر کرتے ہوئے انسانی کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی۔

سعادت حسن منٹو نے اپنے عہد میں باغیانہ انداز اپناتے ہوئے سیاسی، سماجی، جنسی مسائل اور معاشرتی تلخ حقائق کو تحریر کا حصہ بنایا اور سماجی حقیقتوں کو بیان کیا ۔"کھول دو "افسانہ میں منٹو نے ہجرت کرنے والے سراج الدین اور اس جیسے ہزاروں لوگوں کی کہانی کو موضوع بنایا گیا جنھیں تقسیم کے وقت بلوائیوں کی لوٹ کھسوٹ اور ظلم سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی کا سامنا تھا۔

"سہائے "افسانہ میں منٹو نے ہجرت کے وقت فرقہ اور مذہب کی بنیاد پر ہونے والے واقعات کو موضوع بناتے ہوئے مذہبی فرقہ ورانہ فسادات سے ہونے والی ہراسانی کو موضوع بنایا تقسیم کے وقت ہجرت کرنے والے لوگوں کو جن معاشرتی، جسمانی، قانونی اور نفسیاتی مسائل کا سامنا ہوا منٹو نے ان کو تحریر کا موضوع بناتے ہوئے جنسی درندگی اور ڈر اور کی وجہ سے ہونے والی جنسی ہراسانی کی صورتوں کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی المیہ کو بیان کیا سعادت حسن منٹو نے اس وقت ہراسانی کے مسائل کو تحریر کا حصہ بنایا جب ان پر بات کرنا بھی معیوب سمجھا جاتا تھا۔

غلام عباس کے ہاں ہمیں فرد سے جڑی کہانیاں ملتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں ہمیں مبہم علامت ملتی ہے۔ ان کا تعلق غریب علاقے سے ہونے کی وجہ سے ان کی تحریروں میں دیہی زندگی کے مسائل ملتے ہیں۔ آنندی اس کہانی میں علامتی انداز اپناتے ہوئے معاشرتی تلخ حقائق کی عکاسی کی گئی ہے۔ کہانی کا آغاز شرفاؤں فیصلوں سے ہوتا ہے اور مقامی طوائفوں کو شہر بدر کو شہر سے دور ویران جگہ میں بھیج دیا جاتا اور شہر میں ہونے والی عریانیت کا ذمہ دار طوائفوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔"آنندی کی بلدیہ کا اجلاس زوروں پر ہے ہال کچھا کھچ بھرا ہوا ہے اور خلاف معمول ایک ممبر بھی غیر حاظر نہیں بلدیہ کے زیر بحث مسلہ یہ ہے کہ زنان بازاری کو شہر بدر کر دیا جائے۔"[۱۱]

لیکن ان کے وہاں جاتے ہی شہر بس جاتا ہے اور طوائفوں کی محفلیں پھر سے سجنے لگتی ہیں اور اس بستی کو حسن آباد کے نام دیا جاتا ہے لیکن پھر بلدیہ کے شرفاء کا اجلاس منعقد کیا جاتا ہے اور اب کی بار طوائفوں کو بارہ کوس دور بھیج دینے کا حکم صادر کیا جاتا ہے اس کہانی میں علامتی انداز اپناتے ہوئے معاشرتی تلخ حقائق بیان کیے گئے ہیں۔

"معلوم نہیں وہ کیا مصلحت تھی کہ جس کے زیر اثر اس ناپاک طبقے کو ہمارے اس قدیمی اور تاریخی شہر کے عین بیچوں بیچ رہنے کی اجازت دے دی گئی۔"[۱۲]

غلام عباس کے ہاں ہمیں معاشرتی حقیقت نگاری کی اور علامت ملتی ہے ان کا تعلق غریب علاقے سے ہونے کی وجہ سے ان کی تحریروں میں دیہی زندگی کے معاشرتی مسائل پر مبنی فرد سے جڑی کہانیاں ملتی ہیں۔ افسانہ " آنندی "میں معاشرتی بے حس رویئوں سے ہونے والی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کی گئی ہیں انہوں نے

معاشرتی تلخ حقائق کو بے نقاب کرتے ہوئے افسانہ رینگنے والے میں ڈر اور خوف سے متاثر افراد کی کہانی کو تحریر کرتے ہوئے مارشل لا سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی کو موضوع بناتے ہیں۔

احمد ندیم قاسمی کا دور سیاسی ابتری کا دور تھا ان کے دور میں سیاسی مظالم، زمیندار طبقہ کے غریب عوام پر جبری تشدد، اور عیش پرستی جیسے موضوعات ملتے ہیں انہوں نے معاشرتی طبقاتی تقسیم اور ہجرت کے وقت ہونے والے واقعات سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی کے موضوعات کے واقعات تحریر کیے۔ افسانہ "تکمیل" اس کہانی میں سامراجی دور حکومت کی اجارہ داریوں اور ہندوستانی محکوم عوام کی معاشرتی ہراسانی کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔

> "ہماری تمھاری کون سنتا ہے اس زمانے ہیں جب کہ ہزاروں لاکھوں اور کڑوروں کی کوئی نہیں سنتا جانتی ہو انگریز ہمارا حاکم کیوں ہے تم نہیں جانتی بڑے بڑے عالم بھی نہیں جانتے کہ انگریز صرف اور صرف اس لیے اب تک ہمارا چلا آرہا ہے کہ وہ بہرہ ہے، وہ ہندوستانیوں کی کوئی بات نہیں سن سکتا نہ سمجھ سکتا ہے۔"[۱۴]

افسانہ "پرمیشر سنگھ" اس کہانی میں تقسیم کے وقت ہونے والی ہراسانی کے واقعات کو موضوع بناتے ہوئے ہندو مسلم فسادات کے نتیجے میں ہونے والے معاشرتی کرب اور المیہ کو موضوع بنایا گیا ہے یہ سکھ کہانی ہے جو اپنے بیٹے کرتار سنگھ کو کھو دیتا ہے اور اس کے غم میں نڈھال ہے انہی فسادات کے دوران قافلے سے بچھڑ جانے والے لوگوں بچے اختر کو پرمیشر سنگھ گھر اسے اپنے گھر لے جاتا ہے۔

> "اختر فائر کی آواز سے دہل کر رہ گیا اور سپاہیوں کو ایک طرف بھاگتا دیکھ کر وہ بھی روتا چلاتا ہوا ان کے پیچھے بھاگا۔ سپاہی جب ایک جگہ جا کر رکے تو پرمیشر سنگھ اپنی ران پر کس کر پٹی باندھ چکا تھا مگر خون اس کی پگڑی کی سینکڑوں پرتوں میں سے بھی پھوٹ آیا۔۔۔ میں تو اختر کو اس کا دھرم واپس دینے آیا تھا یارو۔"[۱۵]

ان افسانہ نگاروں کے افسانوں کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوئی کہ افسانہ نگاروں نے سماجی مسائل کو اپنا موضوع بنایا ہراسانی ہمارے سماج کا ہولناک لیکن اہم مسئلہ ہے جسے ہماری لکھاریوں نے اپنی تحریروں میں بیان کیا انہوں نے صنفی، مذہبی،، معاشی، معاشرتی ہراسانی پر قلم اٹھایا عورت ہو یا مرد اگر کسی ظلم او رجبر کا شکار ہے اور اسے ہراساں کیا جاتا ہے تو یہ سماج کا اہم مسئلہ ہے۔

حوالہ جات

۱۔ قمر رئیس ، اردو ادب میں بیسویں صدی کا افسانوی ادب، کاک آفسیٹ پرنٹرس دہلی، سن اشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۲۷۴

۲۔ سید وقار عظیم ،نیاافسانہ جناح پریس، دہلی سن اشاعت ص۱۹۹۴ ء، ص ۲۴

۳۔ پریم چند، خون سفید، پریم چند کے سو افسانے، ماڈرن پبلیشر ہاؤس دریاگنج نیو دیلہ، ص ۱۵۸

۴۔ کرشن چندر، ہم وحشی ہیں مکتبہ شعر و ادب ، فوٹو آفسیٹ پرنٹرس دہلی سن اشاعت ۲۰۰۲ء، ص ۸۲

۵۔ کرشن چندر پشاور ایکسپرس مشمولہ، ہم وحشی ہیں ، ص ۱۱۰

۶۔ کرشن چندر پشاور ایکسپرس ، مشمولہ، ہم وحشی ہیں، ص ۱۰۴

۷۔ راجندر سنگھ بیدی ، بھولہ، دانہ ودم ، مشمولہ ، شعر و ادب سمن آباد لاہور ۲۰۰۲ ء، ص ۴۲

۸۔ راجندر سنگھ بیدی، اپنے دکھ مجھے دے دو، لاجونتی، ص ۴۸۴

۹۔ عصمت چغتائی کے افسانے جلد اول، بھیڑیں، کتابی دنیا دہلی، سن اشاعت ۲۰۰۶ء، ص ۲۷۸

۱۰۔ عصمت چغتائی کے افسانے جلد اول، بیکار، ص ۲۹۳

۱۱۔ عصمت چغتائی کے افسانے جلد اول، بیکار، ص ۲۹۴

۱۲۔ غلام عباس، آنندی، ترتیب ندیم احمد، رہبرون ادب کلکتہ سن اشاعت ۲۰۱۸ء ص ۲۲

۱۳۔ غلام عباس رینگنے والے، ص ۳۲۸

۱۴۔ احمد ندیم قاسمی، خود منتخب کردہ ۴۰ افسانے، سنگ میل پبلی کینشنز سن اشاعت ۱۹۹۱ء، ص ۶۴

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۲۱

باب دوم:

منتخب اردو افسانوں میں صنفی، جنسی ہراسانی کی صورتوں کی پیش کش

افسانہ نگاروں نے جن صنفی ہراسانی کی صورتیں کو موضوع بنایا ان میں جاگیر دارنہ نظام میں نچلے طبقے سے رکھا جانے والا ناروا سلوک، عورتوں کو تشدد نشانہ بنانا، توہم پرستی اور ذات پات جیسے مسائل شامل ہیں ذات پات کی تقسیم کے مسائل وجہ سے معاشرہ طبقاتی تقسیم میں گھیرا ہوا ہے یہ تقسیم رنگ نسل مذہب کی بنیاد پر مبنی ہے۔
طبقاتی تقسیم بہت سے مسائل کا سبب بنتی ہے جاگیر درانہ نظام میں نچلے طبقے کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھے جانے کے مسائل ملتے ہیں جاگیر درانہ نظام میں مردوں، عوروتوں، اور مخالف جنس افراد سے رکھا جانے والا ناروا سلوک اور توہم پرست رویئے معاشرتی زوال کا باعث بنتے ہیں ۔

> ”عورت کے ساتھ ہر دور میں بے اعتنائی برتی گئی ہے اگر مذاہب نے اسے دوسرا درجہ عطا کیا تو زبان و ادب نے اسے دوسرا درجہ عطا کیا تو زبان و ادب نے بھی مرد کا مطیع و فرماں بردار بتانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہر زبان کا لغت اٹھا کر دیکھئے عورت کو برابری کا درجہ دینے کو کوئی تیار نہیں۔ “[1]

عورتوں کو مختلف مذاہب میں ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا لیکن اسلام میں عورت کو عزت دی گئی اسے وراثت میں حصہ دار بنایا گیا اسے ماں، بیٹی، بہن، بیوی کی حثیت دی گئی اسے ماں کا درجہ دیا گیا زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی دفنا دیا جاتا تھا لیکن افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ آج کل کے ترقی یافتہ دور میں بھی ایسے شدت پسند لوگ پائے جاتے ہیں ایسی گھٹیا سوچ کے مالک ہیں جو خواتین کو جسمانی، اور ذہنی تشدد کا شکار بنا رہے ہیں ہندو معاشرے میں بیوہ کو شوہر کے ساتھ زندہ جلا دینا یا پھر مسلم معاشرے طعنے دے دے کر زندہ در گور کر دینا بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھنا انہیں سماج میں وہ مقام نہ دینا جس کی وہ حقدار ہیں صنفی ہراسانی کیا نشانہ بننے والے افراد جو ایسے حالات سے گزرتے ہیں جہاں ڈر خوف جبر اور دہشت کا ماحول ہو وہیں رشتوں میں غیر مساویانہ رویہ پیدا ہو جاتا ہے کرب تشدد کا نشانہ بننے والی عورتوں کو زمانہ جہالت سے ہی فرسودہ روایات کا شکار بناتے ہوئے کبھی ونی، کبھی ستی قرار دے کر اس کی توہین کی جاتی رہی ہے اور عورت کو کمتر سمجھا جاتا رہا عہد جدید میں بھی صنفی، معاشی اور معاشرتی ہراسانی موجود ہے۔

مختلف مذاہب نے مختلف اوقات میں خواتین کو ان کے حقوق دلانے کی کوشش کی عصر حاضر جہاں خواتین کے کو سماجی آزادی حاصل ہے وہاں بہت سے ممالک میں اب بھی خواتین بہت سی پابندیوں کا سامنا ہے اگر بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کے مسائل جائزہ لیا جائے تو اب بھی بہت سے مسائل کا سامنا ہے۔۱۸۴۸ء میں نسائی تحریک شروع ہوئی اس کے بعد عورتوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی گئی۔ عورتوں کو ظلم کا نشانہ زمانہ قدیم سے بنایا جارہاہے ڈاکٹر جین پلینجر صنفی ہراسانی اور تشدد کو روکنے کے لیے عالمی سطح پر کام انسانی حقوق کی تنظیموں یو این او، آئی ایل او کے ساتھ گزشتہ کئی سالوں سے کام کر رہی ہیں اس حوالے انہوں نے مختلف ممالک میں ہونے والی ہراسانی کے واقعات کو نہ صرف تحریر کیا بلکہ عالمی سطح پر صنفی ہراسانی سے متاثر افراد کے بنیادی حقوق کے لیے آواز اٹھائی Violence and harassment against woman and man in the world of work

جین پلنجر نے اس کتاب میں ہراسانی کی مختلف صورتوں کو بیاں کیا ہے جن میں، نسلی، طبقاتی، جنسی ہراسانی، جبری مشقت، گھریلو تشدد سے ہونے والے نفسیاتی اور جسمانی تشدد کے واقعات شامل ہیں کتاب میں پچیس ملکوں میں پیش آنے والے ہراسانی کے پینتیس کے قریب واقعات لیے گئے ہیں۔

ان میں ایگریکلچر سسٹم میں ہونے والے ہراسانی کے واقعات اور وجوہات شامل ہیں عالمی سطح پر جو تنظیمیں صنفی ہراسانی کے خاتمے کے لیے کام کر رہی ہیں ان کے متعلق مفید معلومات دی گئی ہیں اس کتاب میں نہ صرف ہراسانی سے متاثر واقعات کو تحریر کیا گیا بلکہ ہراسانی کے واقعات سے ختم کرنے تجاویز بھی دی گئی ہیں جن میں مختلف اورگنائزیشن کے قوانین بھی شامل ہیں اگر کسی کی حق تلفی ہو تو بے خوف و خطر انصاف طلب کر سکے جین پیلنجر نے عورتوں کے حقوق کے موضوع پر بات کرتے ہوئے زمینوں، فیکٹریوں اور گھروں میں کام کرنے والی خواتین جنھیں ہراسانی کی جن صورتوں کا سامنا ہوا ان واقعات کو بھی موضوع بنایا ہے بعض دفعہ مرد بھی ہراسانی کا شکار ہوتے ہیں مرد ہو یا عورت ہمارے افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں ان کی عکاسی عمدگی سے کی ہے اردو افسانہ نگاروں میں ان منتخب افسانہ نگاروں کے ہاں صنفی ہراسانی کی مختلف صورتیں ملتی ہیں ان میں منشایاد، رشید امجد، آصف فرخی، مبین مرزا، طاہرہ اقبال، زاہدہ حنا، خالدہ حسین شامل ہیں۔

الف۔ صنفی ہراسانی اور جاگیردرانہ نظام :

جاگیر دارنہ نظام نچلے طبقے کے محکوم لوگوں کو زدوکوب کر کے ہراساں کیا جاتا رہاہے عورتوں کو مختلف مزاہب میں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا لیکن اسلام میں عورت کو عزت دی گئی اسے وراثت میں حصہ دار بنایا گیا اسے ماں، بیٹی، بہن، بیوی کی حثیت دی گئی اسے ماں کا درجہ دیا گیا زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی دفنا دیا جاتا تھا

لیکن افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ آج کل کے ترقی یافتہ دور میں بھی ایسے شدت پسند لوگ پائے جاتے ہیں ایسی گھٹیا سوچ کے مالک ہیں جو خواتین کو جسمانی، اور ذہنی تشدد کا شکار بنارہے ہیں ۔منشایاد اردو ادب کے نمایاں افسانہ نگار ہیں انہوں نے زندگی کے تلخ حقائق اور معاشرتی حقیقت نگاری کے موضوعات کو تحریر کیا یہ معاشری تلخ حقیقتوں کو بیان کرتے ہوئے نچلے طبقے میں ہونے والے معاشرتی جبر کی صورتوں کو پیش کرتے ہیں ان کی کہانیوں میں گہرا ربط موجود ہے جو قاری کے تسلسل کو برقرار رکھتا ہے ان کے ہاں ہمیں زیادہ تر دیہی مسائل ملتے ہیں یہ جاگیر دارنہ طبقے کے جبر اور معاشرتی ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں ان کی کہانیوں میں ہمیں ہراسانی کی مختلف صورتیں ملتی ہیں ۔

منشایاد وطن کی مٹی سے محبت رکھنے والے افسانہ نگار ہیں انہوں نے معاشرتی تلخ حقیقتوں کو کہانیوں میں سمیٹتے ہوئے سماجی حقیقت نگاری کی عکاسی کی۔منشایاد روایتی انداز تحریر اپناتے ہوئے کہانی بیان کرتے ہیں ان کی ابتدائی دور کی تحریریں دیہی مسائل سے گہری جڑت رکھتی ہیں انہوں نے سادہ انداز تحریر اپناتے ہوئے معاشرتی موضوعات کو بیان کیا ان کے موضوعات میں ہمیں مشرقی پاکستان کی علیحدگی ،مارشل لاء دور کا جبر ،وڈیرا سسٹم، اور جاگیردانہ نظام میں ہونے والی ناانصافیاں،اور شہری مسائل ملتے ہیں ۔ان کی کہانی ”ایک تھی فاختہ “میں اوجڑی کیمپ کے واقع کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی حقائق پر روشنی ڈالی ہیں ان کے افسانوی مجموعے ”ماس اور مٹی “کی کہانیوں میں جاگیرداروں اور وڈیروں کے ظلم سے متاثر افراد کی کردار ملتے ہیں منشایاد نے غربت کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہاریوں کی زندگیوں اور وڈیروں کے ہاتھوں ظلم کا نشانہ بنتے دکھایا ہے ”وقت سمندر ہے “کے افسانوی مجموعے میں معاشرتی خوف وہراس کی صورتیں ملتی ہیں۔”ببول میں لپٹی ہوئی بیل“ ،”ایندھن “،”خوف ۸۵“ان کہانیوں میں معاشرتی تلخ حقائق سے متاثر کردار ملتے ہیں اسی کی دہائی میں ہتھوڑا گروپ سے خوف زدہ معاشرے کی عکاسی کی گئی انھوں نے اس مجموعے میں ملکی تباہ کاریوں کے واقعات اور سیاسی منافقت، جاگیرداروں کے دھتکارے ہوئے لوگوں کی کہانیاں ، کوڈو فقیر ،دتا کمہار ، کی صورت میں بیان کیا ہے ”منشایاد پر قدرت بہت مہربان ہے اس کے آسمان تخیل پر کہانیوں کے ستارے ٹوٹتے رہتے ہیں۔“[۲]

نقاد بسکر وفتی کے مطابق :

> ”ادب میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہندوستان کی دیہاتی زندگی کے مادی اور روحانی پہلو کی سچی اور حقیقی تصویر ملتی ہے بغاوت کرتے ہوئے کسان جو زمینداروں اور ساہوکاروں کی غلامی کے جہنم سے باہر نکلنا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔رشوت خوری زمینداروں اور سرکاری حاکموں کی ناانصافیاں یہ ہیں وہ موضوعات جنھیں پریم چند نے اپنی کہانیوں میں استعمال کیا ہے ۔“[۳]

فاختہ تو پاگل تھی میں معاشرتی عدل و انصاف کو موضوع بناتے ہوئے فاختہ کو علامت بناتے ہوئے اور معاشرے کے سیاسی نظام کو موضوع بنایا گیا ہے جہاں طاقت کا استعمال کر کے دوسروں کا حق چھیننے اور غنڈہ گردی سے ہونی والی ہر اسانی شامل ہیں اسی طرح منشایاد کی کہانی "ایک کنکر ٹھہرے پانی میں "اس کہانی میں قدرتی آفات کے موضوعات کو بیان کرتے ہوئے ۲۰۰۵ میں آنے والاے زلزلوں سے ہونے کے تناظر میں تحریر کی گئی ہے اس کہانیٔ میں زلزلہ سے ہونے والے خوف کی صورتوں کو مؤضوع بنایا گیا ۔

اردو افسانہ نگاروں نے سیاسی آمریت کے خلاف لکھتے ہوئے سماجی حقیقت نگاری کو لوگوں تک پہنچایا انہوں نے اس دور کے افسانوں میں علامتی انداز اپناتے ہوئے معاشرتی عکاسی کی ۔ منشایاد کے ہاں ہمیں سیاسی، سماجی بے چینی اور دیہی زندگیوں کے کرداروں پر مبنی کہانیوں ملتی ہیں انہوں نے معاشرتی جبر اور سفاک روئیوں کو کہانیوں کا موضوع بناتے ہوئے معاشرتی مسائل کا ادارک کیا منشایاد نے بیانیہ انداز اپناتے ہوئے کہانی کو نیا آہنگ دیا ان کے ہاں ہمیں معاشرتی مسائل اور حقیقت سے جڑے کردار ملتے ہیں "چھتین اور ستون "منشایاد نے اس کہانی میں معاشرتی طبقاتی تقسیم کے مسائل کو موضوع بناتے ہوے طبقاتی اونچ، نیچ مسائل کو بیان کرتے ہیں ۔

کہانی میں علامتی انداز اپناتے ہوئے سیاسی چالبازیوں کو کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ جب کمزور بنیادوں کی پر چھتیں کیسے مضبوط ہو سکتی ہیں۔ "بوکا" افسانہ میں معاشرتی ظلم کی چکی میں پسنے والے محکوم طبقے کو موضوع بناتے ہیں۔ کہانی میں بوکا کو مارشل لاء کی علامت بناتے ہوئے آمرانہ دور کے جبر پر بات کرتے ہوئے ۱۹۷۷ء کے مارشل لاء دور کے ظلم اور اندھیروں کو علامتی انداز میں بیاں کیا ۔ منشایاد کے بارے میں آفاقی کچھ اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ :

> "کہانی کا بنیادی وصف اور تقاضا یہ ہے کہ کہانی کار خود نہ بولے بلکہ اس کے کردار بولیں اور منشایاد کے افسانوں کی یہ خوبی ہے کہ وہ خود نہیں بولتا بلکہ وہ کہانی کے گہرے تاثر کو ابھرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔"[۳۴]

منشایاد کے کے ہاں ہمیں موضوعات کا تنوع ملتا ہے ان کی کہانیوں میں دیہی ماحول کی عکاسی ملتی ہے انہوں نے جاگیر درانہ نظام کے جبر کو موضوع بناتے ہوئے کہانی "میں اور وہ "بے روزگاری سے ہونے والے زہنی خوف میں مبتلا فرد کی زندگی کو دکھایا ہے منشایاد نے ملکی سیاسی حالات کو کہانیوں میں تحریر کرتے ہوئے سیاسی اجارہ داری کو شدید تنفید کا نشانہ بناتے ہیں جو عوام کو اپنے مفادات کے لیے استعال کرتے ہیں منشایاد کے ہاں گہری علامت ملتی ہے انہوں نے جاگیر داروں کے ہاتھوں ظلم کا نشانہ بننے والے نچلے طبقے کے معاشرتی مسائل کو بیان کیا اور حقیقت نگاری

پر روشنی ڈالتے ہوئے افسانوں میں معاشرتی مسائل کی عکاسی کی۔ اسی طرح "پناہ کی کہانی میں منشایاد نے مارشل لاء دور میں ہونے والے جبر کی صورتوں بیان کرتے ہوئے معاشرتی خوف کو بیان کیا گیا۔

"پولی تھین "غربت اور افلاس کو علامتی انداز میں موضوع بنایا افسانہ "سوالوں میں گھرا ہوا آدمی "اس کہانی میں منشایاد نے منافع کمانے والے لوگوں پر سخت تنقید کرتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کیا ہے اسی طرح افسانہ "جنگل کا قانوں "میں لا قانونیت اور معاشرتی بے حسی کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی برائیوں سے ہونے والے ہراسانی کو بیان کیا۔

"جنگل کا قانون "اس کہانی میں منشایاد نے سیاسی جبر کی صورتوں کو موضوع بناتے ہوئے مارشل لاء دور کے واقعات کو بیان کیا ہے اس کہانی میں دہشت گرد تنظیموں سے ہونے والی۔ ہراسانی کو بیان کرتے ہیں۔"فاختہ تو پاگل تھی" میں معاشرتی عدل وانصاف کو موضوع بنایا یہ فاختہ کو علامت بناتے ہوئے اور معاشرے کے سیاسی نظام کو موضوع بناتے ہیں جہاں طاقت کا استعمال کرکے دوسروں کا حق چھیننے اور غنڈہ گردی سے ہونی والی ہراسانی شامل ہیں اسی طرح منشایاد کی کہانی "ایک کنکر ٹھرے پانی میں "اس کہانی میں قدرتی آفات کے موضوعات کو بیان کرتے ہوئے ۲۰۰۵ میں آنے ولاے زلزلوں سے ہونے کے تناظر میں تحریر کی گئی اس کہانی میں زلزلہ سے ہونے والے خوف کی صورتوں کو مؤضوع بنایا گیا۔

"فاختہ تو پاگل تھی" میں معاشرتی عدل و انصاف کو موضوع بنایا اور فاختہ کو علامت بناتے ہوئے اور معاشرے کے سیاسی نظام پر بات کی گئی ۔جہاں طاقت کا استعمال کرکے دوسروں کا حق چھیننے اور غنڈہ گردی سے ہونی والی ہراسانی شامل ہیں منشایاد نے مارشل لائی دور پر گہری تنقید کرتے ہوئے افسانہ "کنٹوپ "میں سیاسی جبر کو علامتی انداز اپناتے ہوئے تحریر کرتے ہیں ملکی خراب حالات سے ہونے والی بدامنی کو علامتی انداز میں بیان کیا۔ "بچے اور بارود "اور "شجر بے سایہ "اس کہانی میں جنگ کی تباہ کاریوں سے ہونے والے خوف اور بے بسی کو موضوع بناتے ہوئے عورتوں کی زندگیوں کے کرب کو بیان کیا منشایاد نے سیاسی نظام کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے سیاسی اجارہ داروں کے ظلم اور سرعام پھانسی اور کوڑے مارنے کی سزاوں سے ہونے والے معاشرتی خوف کو موضوع بناتے ہیں اس کہانی میں انہوں نے سیاسی تعصب، فرقہ واریت سے ہونے والی ہراسانی سے متاثر کرداروں کو بیان کیا ہے۔

"رہائی "اس کہانی میں فرد کے المیہ کو بیان کرتے ہوئے سیاسی گھٹن زدہ ماحول سے تنگ انسان کی کہانی کو علامتی انداز میں تحریر کرتے ہوئے مارشل لاء دور کے جبر کی زنجیروں میں جکڑے انسان کی بے بسی اور کرب کو

کہانی کا حسن بنایا گیا ہے۔ کہانی میں منشایاد نے جاگیر دارانہ مظالم میں نچلے طبقے سے ہونے والے ظلم کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کی ہے۔"سجاول موچی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ان کمی کمینوں کے پاؤں تلے زمیں ہی کتنی ہوتی ہے"[5]

منشایاد نے اس کہانی میں معاشرتی بے بسی اور جاگیر دارانہ نظام کے ظلم پر بات کرتے ہوئے سجاول موچی اور ان نہ جانے کتنے مظلوموں کی زندگیوں میں ہونے والے ظلم کو علامتی انداز تحریر کیا ہے ۔"وہ لڑکی راتوں رات ایک مریل سی بھیڑ میں تبدیل ہو گئی تھی اور خونخوار بھیڑیوں کے خوف سے ایک بڑی سی حویلی کے چھوٹے سے تاریک کونے میں دبکی ہوئی تھی۔ "[6]

ڈاکٹر اقبال آفاقی کے بقول :

> "زندگی کے میلے کی اتنی جاندار اور بھرپور تصویر کشی منشایاد کے علاوہ کون کر سکتا ہے منشایاد کہانیوں کے موضوعات اور کردار ہمارے ملک کے اندر موجود شہری دنیا کے مصائب زدہ اور مفلوک الحال لوگ ہیں جو بیسویں صدی میں سانس لینے کے باوجود تاریک صدیوں میں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں یا مجبور کر دیئے گئے ہیں "[7]

اسی طرح افسانہ "چھتیں اور ستون "میں منشایاد نے اخلاقی کرب کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی طبقاتی ہراسانی کے موضوعات کو تحریر کیا ہے کہانی میں معاشرتی طبقاتی تقسیم سے متاثر افراد سے ہونے والی ناانصافیوں کو بیان کرتے ہوئے مزدور طبقے پر ہونے ظلم وجبر کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ۔

افسانہ دیوار گریہ: منشایاد اس کہانی میں سیاسی جبر اور ناانصافیوں کو موضوع بناتے ہوئے میں ہونے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کی اس کہانی میں منشایاد نے دیہی مسائل پر بات کرتے ہوئے معاشرتی تلخ حقائق کو بیان کیا ہے ۔

ان کے افسانوں میں معاشرتی حقیقت نگاری اور سماجی تہذیبی صورتوں ملتی ہیں منشایاد فرد کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے انسانی حقوق نے فرد کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے انسانی حقوق کی پر بات کرتے ہیں ان کے ہاں ہمیں خوف و دہشت سے متاثر افراد کی کہانیاں ملتی ہیں ۔منشایاد اردو ادب کے نمایاں افسانہ نگار ہیں انہوں نے زندگی کے تلخ حقائق اور معاشرتی حقیقت نگاری کے موضوعات کو تحریر کیا یہ معاشری تلخ حقیقتوں کو بیان کرتے

ہوئے نچلے طبقے میں ہونے والے معاشرتی جبر کی صورتوں کو پیش کرتے ہیں ان کی کہانیوں میں گہرا ربط موجود ہے جو قاری کے تسلسل کو برقرار رکھتا ہے ان کے ہاں ہمیں زیادہ تر دیہی مسائل ملتے ہیں یہ جاگیر دارانہ طبقے کے جبر اور معاشرتی ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں ان کی کہانیوں میں ہمیں ہراسانی کی مختلف صورتیں ملتی ہیں ۔

ب۔ صنفی لحاظ سے توہین آمیز رویہ :

افسانہ "بیل" میں کہانی میں منشایاد نے علامتی انداز اپناتے ہوئے جبر اور خوف کو موضوع بناتے ہوئے جاگیر درانہ نظام میں ہونے والی ہراسانی کی صورتوں کو تحریر کیا ہے بیل کو علامت کے طور پر استعمال کرتے ہوئے جاگیر درانہ نظام پر تنقید کی گئی ہے جاگیر دارنہ نظام میں اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے کمزور طبقے کو ظلم کا نشانہ بنایا جاتا رہاہے ۔"کام کرنے والے توڈنڈے کھائیں اور وہ مشٹنڈ جو کام کرتا ہے نہ بوجھ کھینچتا ہے اسے کھانے پھرنے اور ہر جگہ گھومنے پھرنے کی پوری آزادی ہے ۔"[۸]

منشایاد نے اس کہانی میں سیاسی اجارہ داروں پر گہرا طنز کرتے ہیں کہانی میں نااہل حکمرانوں اور بے بس عوام کے معاشی مسائل پر علامتی انداز میں بات کرتے ہوئے سیاسی اجارہ داروں کے ظلم سے متاثر لوگوں بارے میں بات کی گئی ہے اور ساتھ ہی حکومتی نااہلی اور غربت کی چکی میں پسنے والی عوام کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ۔ بیل کو ظالم حکمران کی علامت کے طور استعمال کرتے ہوئے دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی کو بیان کیاہے ۔افسانہ "میں اوروہ "اس میں منشایاد نے سماجی تلخ حقائق سے متاثر افراد کی کہانیوں کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی بے بسی کو بیان کرتے ہیں ۔

> "میں سمجھتاہوں کہ جس چٹان پر چڑھ کر ابھرتے ہوئے سورج کو ہر روز دیکھنا چاہیئے وہ اس کی دوسری طرف سالہاسال سے بلاسٹنگ کررہے ہیں اس بلاسٹنگ سے جگہ جگہ دڑاڑیں آگئی ہیں۔"[۹]

منشایاد معاشرتی مسائل کا احاطہ کرتے ہیں ان کے افسانوں میں جاگیر درانہ نظام کے مسائل ،سیاسی نظام میں ہونے والا جبر ،مارشل لا دور میں ہونے والی ناانصافیاں اور دہشت زدہ معاشرے کے مسائل ملتے ہیں منشایاد کے ہاں معاشرتی حقیقت نگاری کی جیتی جاگتی صورتیں نظر آتی ہیں ان کی کہانیوں میں سماجی فرسودہ روایات اور جاگیر درانہ میں نچلے طبقے سے ہونے والا جانوروں سے بدتر سلوک سے متاثر افراد کی کہانیاں ملتی ہیں انہوں نے معاشرتی حقیقت

نگاری کی عکاسی کرتے ہوئے ظلم سے متاثر افراد کی کہانیوں کو بیان کیا ۔افسانہ ’’سلاٹر ہاؤس ‘‘اس کہانی میں دیہی زندگی کے مسائل اور جاگیر درانہ نظام میں مظلوموں پر ہونے والے ظلم پر بات کرتے ہوئے سیاسی وڈیروں کی پست پناہی میں ہونے والے واقعات کو موضوع بنایا گیا ہے ۔

’’اب وہاں گنڈاسوں اور برچھیوں کی جگہ رائفلوں اور کلاشنکوف کا استعمال ہوتا ہے دوسری تبدیلی یہ ہے کہ پہلے قاتل گرفتار ہو جائے یا خود پیش ہو جاتے تھے اب انہیں وزیروں اور سیاسی لیڈروں کی پست پناہی حاصل ہے۔‘‘[۱۰]

رشید امجد کی کہانیوں میں معاشرتی بے حسی کرب اور خوف کی صورتیں ملتی ہیں انہوں نے عام انسان کی زندگی کے مسائل پر بات کرتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کیا رشید امجد نے اردو افسانہ کو نیا آہنگ عطا کیا انہوں نے ظلم و جبر کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کی رشید امجد نے معاشرتی جبر کی صورتوں کو موضوع بناتے ہوئے عام انسان کی زندگیوں کے مسائل پر بات کی ان کے پہلے افسانوی مجموعے ’’کاغذ کی فصیل ‘‘میں بیانیہ اسلوب اپناتے ہوئے معاشرتی حقائق پر بات کرتے ہیں دیہی طبقے میں ہونے والی ہراسانی کو کو افسانہ ’’آدھے دائروں کا نوحہ ‘‘میں کچھ اس طرح تحریر کرتے ہیں۔’’میری بات سن کر چوہدری موجا آگ کے بگولے کی طرح چکر کاٹتے ہوئے بولا چپ بے غیرتا پھر میرے مقابل آکر موچوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہنے لگا پڑھے لکھے بغیرت۔۔۔‘‘[۱۱]

اس کہانی میں جاگیر درانہ نظام میں ہونے والے ظلم اور تشدد اور ذات برادری کی تقسیم کو مؤضوع بناتے ہوئے صنفی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کیا جاگیر درانہ نظام میں نچلے طبقے کو جن مسائل کا سامنا رہا ان میں محکوم طبقے سے ہونے والی ناانصافی سرفہرست ہے اسی طرح خواتین سے رکھا جانے والے ناروا سلوک انہیں بنیادی حقوق سے محروم رکھنا جیسے مسائل ہمیں ملتے ہیں جاگیر درانہ نظام میں ہونے والے مظالم اور معاشرتی جبر سے ہونے والے خوف وہراس کے موضوعات ہمیں کثرت سے ملتے ہیں۔ ’’یہ لیمپ پوسٹ میرا سب سے پیارا دوست ہے جو میرے دکھ اور درد کو خوب سمجھا ہے۔میں نے اس سے گھنٹوں باتیں کی ہیں لیکن اس کے ماتھے پر ایک سلوٹ نہیں آتی۔ ‘‘[۱۲]

اس کہانی میں لیپ پوسٹ کو علامت بناتے ہوئے رشید امجد نے مارشل لا دور میں لگی پابندیاں سیاسی جبر سے ہونے والے خوف کو بیان کرتے ہیں۔’’بیزار آدم کے بیٹے ‘‘اس کہانی میں رشید امجد نے جبر ،موت کے خوف کو علامت بنا کر مارشل ءسے ہونے والے ہراسانی کو موضوع بنایا ہے کہانی میں ظلم سے ہونے والے خوف کو بیان کرتے ہوئے سرعام ہونے والے تشدد سے متاثر لوگوں کی زندگی کے المیہ کو بیان کیا ۔رشید امجد کی کہانیوں میں

ہمیں فرد سے جڑے کردار ملتے ہیں یہ معاشرتی حقائق کو تحریر کرتے ہوئے کہانیوں میں جبری تسلط، دہشت گردی اور سیاسی جبر سے ہونے والے خوف کو موضوع بناتے ہیں ۔"لوگوں کی ٹولیاں اور گروہ شہر کی گلیوں میں سڑک پر جنازہ تلاش کر رہے تھے۔ ""[۱۳]

افسانہ "بانجھ ریت اور شام "اور"سراب "میں خارجی جبر کی صورتوں کے عکاسی کرتے ہیں کہانی میں دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے خوف اور وہشت سے متاثر لوگوں کہانی بیان کی ۔کہانی میں فائرنگ کی آوازوں سے ہونے والی ہراسانی اور عدم تحفظ کے مسائل پر بات کرتے ہوئے انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھاتے ہیں رشید امجد نے فرد کی زندگیوں کی مسائل تحریر کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کرتے ہیں ۔اس طرح "دھندلکا "،"متلاہٹ "جیسی کہانیوں میں سیاسی ہراسانی کے سے متاثر کردار ملتے ہیں ۔

"اب تو یہ روز کا معمول تھا کسی شاپنگ سنٹر میں کسی مجمع میں، کسی بھی رش والی جگہ اچانک کسی دوسری طرف سے نمودار ہوتے اور تڑ تڑ کی آوازوں کے ساتھ دوچار زمین بوس ہو جاتے ہیں لوگ افراتفری سے ادھر ادھر بھاگتے۔ ""[۱۴]

خالدہ حسین کا تعلق علمی گھرانے سے ہونے کی وجہ سے ادبی صلاحیتیں انہیں وراثت میں ملیں انہوں نے کم عمری سے ہی لکھنا شروع کر دیا ان کا پہلا افسانہ "دل دریا "ماہنامہ ادب لطیف سے شائع ہوا خالدہ حسین کے ہاں ہمیں گہری علامت ملتی ہے خالدہ حسین نے معاشرتی ہراسانی کے موضوع پر بات کرتے ہوئے جاگیردرانہ نظام میں ہونے والی ذات پات کی تقسیم کے مسائل کو موضوع بنایا انہوں نے حقیقت پسندی کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی تہذیبی مسائل کی عکاسی کی ان کی کہانیوں میں ہمیں سیاسی جبر علامتی انداز میں ملتا ہے سیاسی حالات کی مسلسل تبدیلی کی وجہ سے جبری ماحول کے خلاف عوام کا ردعمل سامنے آیا جیسے اردو افسانہ نگاروں نے علامتی اور تجریدی انداز میں بیان کیا خالدہ حسین نے معاشرتی ہراسانی کے موضوع پر بات کرتے ہوئے جاگیردرانہ نظام میں ہونے والی ذات پات کی تقسیم کے مسائل کو بیان کیا ۔"مصروف عورت" ، "ڈولی "،"زوال پسند عورت "جیسے افسانوں میں عورتوں کی زندگیوں کو موضوع بناتے ہوئے بے حس معاشرے کے رسموں ورواج سے ہونے والی ہراسانی کو بیان کرتے ہیں۔ "سواری"اس کہانی میں دیہی کرداروں کے ذریعے خوف کی کیفیوں کو بیان کیا گیا

۔افسانہ جزیرہ اس کہانی میں دہشت گرد سیاسی تنظیموں پر گہرا طنز کرتی ہیں کہانی میں خالدہ حسین نے سیاسی جبر اور گھٹن زدہ معاشرے کے موضوعات کو بیان کیا ہے اس کہانی میں خودکش حملہ آوروں کی زندگی کے مسائل ان واقعات سے نہتے شہریوں کا قتل اور دہشت گردی پر بات کی گئی ۔خالدہ حسین نہ صرف دہشت زدہ معاشرے کو موضوع بناتی ہیں بلکہ ان تنظیموں کو بھی بے نقاب کرتی ہیں جو معصوم لوگوں کو پیسوں کا لالچ دے کر اور کہیں مذہب کا استعمال کرتے ہوئے لوگوں کی زندگیوں سے کھیلتے ہیں "تمھیں اس راستے پر لانے والا کوئی اور ہے اور ہمیں منتخب کیا جاتا ہے ہمیں چن لیا جاتا ہے اور ہم سے کام لیا جاتا ہے۔ "[۱۵]

اس کہانی میں جمی کے کردار کے ذریعے خودکش بم دھماکوں سے خوف زدہ معاشرے کی عکاسی کی گئی ہے جمی اور نہ ان جیسے نہ جانے کتنے معصوم لوگوں کی زندگیوں کو مؤضوع بنایا گیا جنھیں غیر ملکی تنظیموں نے اپنے مقاصد کے لیے ملک کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے۔اس کہانی میں خالدہ حسین نے علامتی انداز اپناتے ہوئے دہشت گردی کے واقعات کو موضوع بنایا ہے ۔

خالدہ حسین سماجی ،معاشی حقیقت نگاری کی بات کرتی ہیں یہ زندگیوں کی تہ داریوں کو منظر عام پر لاتے ہوئے سماجی تلخ حقائق کو بیان کرتی ہیں۔"تفتیش "اس کہانی میں خالدہ حسین ایک ایسی عورت کی کہانی ہے جیسے سازش کیس کی تفتیش کے لیے بلایا گیا ہے ۔"اگر جمیل کا گذر اس طرف سے اس طرف سے ہوا اور وہ دیکھیں کہ میں ایک سازش ایک تفتیش کیس میں مبتلا ہوں ۔"[۱۶]

خالدہ حسین نے علامتی انداز اپناتے ہوئے دہشت گردی سے متاثر کرداروں کو موضوع بنایا ہے اور معاشی حقیقت نگاری کی بات کرتے ہوئے زندگیوں کی حقیقتوں کو بیان کیا۔

زاہدہ حنا کی کہانیوں میں ہمیں سماجی، مذہبی اور معاشی ہراسانی سے متاثر کردار ملتے ہیں انہوں نے عورتوں کو بنیادی حقوق سے محروم رکھنے اور ان پر ہونے والے تشدد کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کو بیاں کیا۔زاہدہ حنا کی پیدائش ۱۵ اکتوبر ۱۹۴۶ کو ہندوستان کے صوبہ بہار کے شہر سسرام میں ہوئی ان کے ہاں ہمیں سماجی ناانصافیوں ،رشتوں کے مسائل اور زہنی اور جسمانی ہراسانی کے واقعات کے ساتھ عورتوں سے ہونے والا ناروا سلوک اور ملکی اور عالمی سطح پر ہونے والی دہشت گردی سے متاثر کردار ملتے ہیں ۔

زاہدہ حنا کی کہانیوں میں ہمیں خواتین کے مسائل کثرت سے ملتے ہیں باغیانہ پن انہیں وارثت میں ملا ہے ان کے خاندان میں دلدار بیگ کو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں سزائے موت سنائی گئی اور ان کے والد محمد ابوالخیر بھی کو قید بامشقت کی سزا جیسے کرب سے گزرنا پڑا اسے لیے ان کی کہانیوں میں باغیانہ پن نظر آتا ہے زاہدہ حنا اپنے والد کو اپنا آئیڈیل مانتی ہیں اور انہی کی راہ پر چلتے ہوئے باغیانہ کرداروں کے ذریعے معاشرتی تلخ حقائق کو بیان کرتی ہیں زاہدہ حنا عورت کے اندر کے خوف کو محسوس کرتے ہوئے ان سے ہونے والے زیادتیوں کو پڑے بے باک انداز میں تحریر کرتی ہیں زاہدہ حنا کے ہاں ہمیں باغیانہ انداز دیکھنے کو ملتا ہے ان کی کہانیوں میں ہجرت کے مسائل افغان عورتوں کے مسائل اور دہشت گردی سے ہونے معاشرتی ہراسانی سے متاثر کرداران کے افسانوی مجموعے ”تتلیاں ڈھونڈنے والی “اور” رقص بسمل ہے “میں ملتے ہیں۔

”پانیوں پر بہتی پناہ “اس کہانی میں ایک مصنفہ کو سچ لکھنے کی سزا موت سنائی جاتی ہے مصنفہ کے سر کی قیمت دولاکھ ٹکا لگائی جاتی ہے کہانی میں ظلم کے خلاف آواز اٹھانے والی کندن کو معاشرتی ہراسانی کا سامنا ہے اس کہانی میں عورتوں کے جہیز کے مسائل پر بات کرتے ہوئے ۔”آنکھوں کو رکھ کر طاق پر دیکھا کرے کوئی “زاہدہ حنا معاشرتی ناانصافی اور تشدد کا نشانہ بننے والی خواتین کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتے ہوئے لکھتی ہیں۔

> ”جیب بھرے جہاں مردوں کے جھنڈ ہمارے شہروں میں اترتے ہیں نیلامی آغاز ہوتا ہے ہمارے نخوتوں کا ہماری عصمتوں کا، ایک غلیظ بوسہ ،ایک وقت کا کھانا ایک رات کے عوض اسکاچ کی بوتلیں اور ہماری کنواریوں کے بدن کل تک جو ہمارے طلبگار، تھے آج ہمارے خریدار ہم تماشا ساری دنیا تماشائی۔ “[۱۷]

زاہدہ حنا نے معاشرے میں طوائف اور رقاصہ کی زندگیوں کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کی ہے زاہدہ حنا نے عورتوں سے ہونے والی ناانصافیوں کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے عورتوں ہونے والے تشدد، معاشرتی ظلم کو اس کہانی میں ایک رقاصہ زویا زیٹوف کے کردار کے صورت میں بیان کرتی ہیں اس کہانی میں عورتوں کی خرید و فروخت اور ان کو بکاؤ مال سمجھنے والے مردوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے معاشرتی تلخ حقائق کی عکاسی کرتی ہیں۔ ”بود و نبود کا آشوب “اس کہانی میں علامتی انداز اپناتے ہوئے ظالم حکمرانوں کے کے ظلم کو موضوع بنایا گیا ہے ۔ ”وہ ہنس ہے تھے ایک دوسرے کو بتا رہے تھے کہ انہوں نے اسے کس کس طرح کی ازیتیں دیں، اس کی انگلیوں سے ناخن کس طرح کھنچے گئے برف کی سل پر لٹایا گیا اور کتنی بار بجلی کے جھٹکے دیئے گئے “[۱۸]

آصف فرخی معاشرتی مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے مظلوم انسانیت پر ہونے والے ظلم کو تحریر کرتے ہیں ان کی کہانیوں میں فرد سے جڑے معاشرتی کردار ملتے ہیں انہوں نے کراچی میں آئے دن ہونے والی دہشت گردی سے متاثر افراد کے دل سوز واقعات کو بیان کرتے ہوئے اور معاشرتی ظلم اور تلخ حقائق کی عکاسی کرتے ہیں۔ان کے افسانوں میں معاشرتی خوف سے متاثر افراد کی کہانیاں ملتی ہیں فریکچر،ناگن چورنگی شہر میں ہونے والی ہراسانی سے متاثر کردار کی کہانی ہیں کراچی کے علاقوں مسلسل ہونے والے فائرنگ کے واقعات سے نہ صرف شہریوں کی زندگی متاثر ہوئی بلکہ ملک کے سیاسی اور سماجی صورتحال بھی متاثر ہوئی ۔

افسانہ ڈرائے گئے شہروں کے باطن اور شہر بیتی میں دن دہاڑے ہونے والے دہشت گردی اور معاشرتی گھٹن سے ہونے والے ہراسانی کے واقعات کو بیان کیا انہوں نے ملک آئے دن ہونے والے سیاسی وسماجی تنازعات اور فرقہ ورانہ مسائل کو موضوع بناتے ہوئے افسانوی مجموعہ شہر گردی اور شہر بیتی میں معاشرتی ہراسانی سے متاثر افراد کے خوف کو تحریر کیا ان کے ہاں آئے دن ہونے والے فسادات سے ہونے والی معاشرتی گھٹن سے ہونے والے خوف کی صورتیں ملتی ہیں ۔

اس طرح افسانہ ”اندیش خانی “میں شہر میں ہونے والی فرقہ ورانہ دہشت گردی سے ہونے والے مسائل کو بیان کیا گیا ہے اور سیاسی فرقہ بازی سے متاثر عوام کی کے مسائل اور اس سے متاثر کرداروں پر بات کی گئی ہے انھوں نے ملک میں ہونے وسیاسی ولسانی مسائل کے ساتھ ساتھ سر عام ہونے والی سیاسی اور سماجی ناانصافیوں کو بیان کرتے ہوئے خوف زدہ معاشرے کی عکاسی کی ان کے ہاں ہمیں فرد سے جڑی کہانیاں ملتی ہیں۔

”ناگن چورنگی “ اس کہانی میں عالمی حکمرانوں کے ظلم سے متاثر افراد کی کہانی کو تحریر کرتے ہوئے جنگی قیدیوں کو دی جانے والی سزاؤں اور ان پر کیے جانے والے ظلم کو تحریر کیا گیا ہے اس کہانی میں یہ افسانہ ”شہر بیتی “ افسانوی مجموعے سے لیا گیا ہے اس افسانے میں سیاسی مسائل سے ہونے والے خوف وہراس کو بیان کرتے ہیں۔اس افسانہ میں سیاسی،سماجی مسائل پر بات کرتے ہوئے شہر میں فسادات اور ہنگاموں سے پھیلنے والے خوف کے بارے میں بات کی گئی کہ کس طرح سے ہنگاموں سے عام انسانوں کا جینا دوبھر کیا جاتا ہے کہانی کی ابتداا ایک ماں کے کردار سے کی جاتی ہے جو شہر میں ہونے والے فسادات کی وجہ سے خوفزدہ ہیں اور حکیم صاحب کی موت کی خبر سے سن کر پریشان ہیں اور تصدیق کے لیے بیٹے کو فون کرتی ہیں ماں جسے بیٹے کے گھر پہنچے تک خوف اور بے چینی کا سامنا ہے جنھیں شہر میں ہونے والے ہنگامے کے متعلق خبر ملتی ہے اور ساتھ ہی فاروق کے کالج بند ہونے اور کلاسز کو ادینے

کے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے شہر میں ہونے والی فائرنگ اور دہشت گردی کے واقعے کو تحریر کیا گیا ہے "کہ رہے ہیں ایسے آدمی کو قتل کریں گے کہ سارے شہر میں دہشت پھیل جائے گی کسی بھی وقت دھماکہ ہو سکتا ہے"[۱۹]

اس کہانی میں دہشت گردی سے خوفزدہ معاشرے کے مسائل ،فسادات سے پھیلنے والے خوف اور معاشرتی بے بسی کو موضوع بناتے ہوئے بتایا ہے کہ کراچی میں ہونے والے فسادات سے لوگ کس حد تک خوف زدہ تھے انہیں ہر وقت موت کا خوف رہتا ہے۔ کہانی میں ایک ماں جو شہر کے میں ہونے والے فسادات کی وجہ سے پریشان ہے اپنے بیٹے سے پوچھتی ہے کہ شہر کے حالات کیسے ہیں۔ لیکن پھر بیٹے کے بتانے پر ماں اس حد تک حواس باختہ ہو گئی کہ کچھ ہوش نہ رہا۔

"فائرنگ ہوئی ہے ناگن چورنگی میں۔ تین آدمی ہلاک ہو گئے ہیں میں نے اخبار کی خبر سنائی ناگن چورنگی پر فائرنگ ہوئی ہے ؟انھوں نے میری بات دہرا کر تصدیق کی۔ پھر زور سے سانس لیتے ہوئے کہا خدایا تیرا شکر ہے فائرنگ کے واقعات تو روز ہوتے ہیں یوں تو ڈر رہی تھی کہ آج کچھ اور نہ ہو جائے۔"[۲۰]

بشیر سیفی اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ :"آصف فرخی ایسے افسانہ نگار ہیں جن کے افسانوں میں واقعے سے زیادہ واقعے کا بیان اور خیال اہمیت رکھتا ہے۔"[۲۱]،"اس میں ظالم بوئے خون کی راہ ہے "اس کہانی میں کراچی میں ہونے والے فائرنگ اور چوری کے واقعات سے پھیلنے والے خوف وہراس کو موضوع بنایا گیا ہے اور معاشرتی بے بسی اور عدم تحفظ کے مسائل کو تحریر کیا گیا ہے اس کہانی کی ابتدا کراچی میں طارق روڈ پر واقع زیورات کی دکان پر ہونے والے چوری کے واقعے سے کی گئی ہے ۔

جس کے بعد شہریوں کی طرف احتجاج سے کرنے کے واقعے کو بیان کیا گیا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی گورنگی میں فائرنگ سے ہلاک ہونے والے واقعے کی تفصیل کو تحریر کیا گیا ہے یہ کہانی فلش بیک انداز میں تحریر کی گئی ہے اور تہ در تہ واقعات کو تحریر کیا گیا ہے ۔"دل میں کہا یہی انجام ہونا تھا ٹانگیں کانپنے لگیں۔۔۔۔ کلمہ پڑھ لیا ۔۔۔۔پھر ایکسیلیٹر پر پیر مارا۔۔۔ اندھا دھند فائرنگ کرتی ہوئی سفید گاڑی تیزی سے موڑ گئی اور جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے معلوم ہے کہ وہ کون سا دن تھا۔ اس لیے کہ میں اس کو گزار نہیں پایا وہی ۔مجھے گزارے چلا جا رہا ہے اتنے دنوں کا ایک دن جس میں لمحوں کا نہیں لاشوں کا اضافہ ہوتا جا رہا تھا ۔"[۲۲]

آصف فرخی کے افسانوں میں گہری حقیقت نگاری معاشرتی حقیقتوں کی صورتوں ملتی ہے انہوں نے سر عام فائرنگ کے واقعات سے ڈرے سہمے خوف زدہ لوگوں کی زندگیوں کے واقعات بیان کرتے ہوئے محکوم طبقے کی نمائندگی کی انہوں نے معاشرتی واقعات کو کہانی میں کرتے ہوئے معاشرتی عکاسی کی۔ ان کا انداز بیان قاری کو اپنی

گرفت میں لیے رکھتا ہے آصف فرخی نے سماجی تلخ موضوع بناتے ہوئے کراچی میں ہونے والے دہشت گردی کے واقع کو شہر گردی کے افسانوں میں بیان کیا ان کے افسانوں میں معاشرتی خوف، دہشت اور ظلم کی سے متاثر افراد کی کہانیاں ملتی ہیں ان کے ہاں ہمیں حقیقت سے جڑے کردار ملتے ہیں انہوں نے کراچی شہر کے واقعات کو کہانیوں کا حصہ بناتے ہوئے خوف وہراس میں مبتلا افراد پر ہونے والے جبر و تشدد، اور سفاک روئیوں کی دکھ بھری کہانیاں بیان کی ہیں۔ آصف فرخی کے افسانوں میں حیات انسانی کے موضوعات ملتے ہیں انہوں نے سماجی ہراسانی کو صورتوں کو موضوع بنایا۔

انہوں نے کراچی شہر میں ہونے والی دہشت گردی کے خوف کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی مسائل کو بیان کرتے ہیں ان کی کہانیوں میں آئے دن ہونے والے فسادات سے ہونے والی معاشرتی گھٹن خوف سے ہونے والی ہراسانی کو بیان کیا گیا۔ افسانہ " اندیش خانی "میں شہر میں ہونے والی فرقہ ورانہ دہشت گردی سے ہونے والے ہراسانی کے مسائل پر روشنی ڈالتے معاشرتی عکاسی کرتے ہیں انہوں سیاسی فرقہ بازی سے متاثر عوام کے مسائل کو تحریر کرتے ہوئے ہراسانی سے متاثر کرداروں پر بات کی ہے۔ آصف فرخی نے ملک میں ہونے و سیاسی و لسانی مسائل کے ساتھ ساتھ سر عام ہونے والی سیاسی اور سماجی ناانصافیوں کو بیان کرتے ہوئے خوف زدہ معاشرے کی عکاسی کی ان کے ہاں ہمیں فرد سے جڑی کہانیاں ملتی ہیں ۔

ان افسانوں "صلاۃ الخوف،"عید قربان " بلیڈ بینک "میں انہوں نے کراچی میں آئے دن دہشت گردی سے ہونے والے خوف سے متاثر افراد کے دل سوز واقعات کو بیان کرتے ہوئے اور ظلم، جبر سے خوف زدہ لوگوں کی زندگیوں کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ آصف فرخی کے افسانوں میں معاشرتی مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے مظلوم انسانیت پر ہونے والے ظلم کو تحریر کرتے ہیں ان کے افسانوں میں عام فرد سے جڑی کہانیاں اور معاشرتی کردار ملتے ہیں ان افسانوں میں شہر میں ہونے والی فائرنگ سے خوف زدہ افراد کی زندگی سے متاثر کردار ملتے ہیں۔

کراچی کے علاقوں مسلسل ہونے والے فائرنگ کے واقعات سے نہ صرف شہریوں کی زندگی متاثر ہوئی بلکہ ملک کے سیاسی اور سماجی صورتحال بھی متاثر ہوئی افسانہ "ڈرائے گئے شہروں کے باطن" اور "شہر بیتی "میں دن دہاڑے ہونے والے دہشت گردی اور معاشرتی گھٹن سے ہونے والے واقعات کو بیان کیا گیا۔ آصف فرخی نے آئے دن ہونے والے سیاسی وسماجی تنازعات اور فرقہ ورانہ مسائل کو موضوع بناتے ہوئے افسانہ "شہر گردی، اور" شہر بیتی "میں معاشرتی ہراسانی سے متاثر افراد کے خوف کو تحریر کیا ہے ۔

آصف فرخی معاشرتی موضوعات کو بیان کرتے ہوئے فرد کی زندگی کے ہر پہلو پر بات کی انہوں نے معاشرتی بد امنی کو افسانوں کا موضوع بناتے ہوئے کراچی شہر میں ہونے والے فسادات سے خوف زدہ لوگوں کی کہانیاں لکھیں عید قربان "اس افسانہ میں آصف فرخی بظاہر تو قربانی والی عید کو علامتی انداز میں استعمال کرتے ہیں۔ اس کہانی میں حیدر آباد میں ہونے والے ہنگاموں سے ہونے والی خوف اور وہاں کی تنظیموں کے مسائل پر بات کی کرتی ہیں "اس ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق "اسی طرح اس کہانی میں بھی سر عام ہونے چوری کے واقعات سے خوف زدہ نہتے شہریوں کی کہانی ہے ۔

انہوں نے کہانی کراچی شہر کے خراب حالات کو موضوع بناتے ہوئے دن دہاڑے ہونے والی فائرنگ شاپنگ کے دوران گاڑی چوری کے واقعات سے ہونے والے خوف کے بارے میں بات کی گئی ہے افسانہ "شہ گام" اس کہانی میں آصف فرخی نے فاروق کے کردار کو علامتی انداز میں موضوع بناتے ہوئے خود کش حملوں سے ہراسانی کا نشانہ بننے والے لوگوں کی کہانی تحریر کیا۔اس کہانی کا نام فاروق کی پسندیدہ گاڑی شہ گام پر رکھا گیا ہے کہانی میں گاڑی چوری کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے مسجد میں ہونے والے دہشت گردی سے خوف زدہ افراد کے مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ "مسجد کے اندر گھس کر فائرنگ کی اور جاتے جاتے دستی بم بھی پھینک گئے۔مسجد کے صحن میں جو نمازی سجدے میں تھے ان کے تو پرخچے اڑ گئے ہوں گے۔ "[۲۳]

کہانی میں مذہبی ہراسانی کے واقعات ،معاشرتی خوف اور بے بسی کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی گردو پیش کے حالات کو بیان کرتے ہیں "اندیش خانی "میں انہوں نے شہر میں ہونے والی لسانی گروہی فسادات کے نتیجے ہیں ہونے والے خوف اور دہشت گردی سے متاثر لوگوں کی زندگیوں کے مسائل پر بات کرتے ہیں کہانی میں سیاسی فرقہ بازیوں سے متاثر عوام کی زندگیوں کی تلخ حقیقتوں سے متاثر کرداروں پر بھی بات کی گئی "کون ساڈا کہ" اس افسانہ میں شہری خوف کی صورتوں کو بیان کرتے ہوئے آصف فرخی نے ملک میں ہونے سیاسی مسائل کے ساتھ ساتھ سر عام ہونے والی سیاسی اور سماجی ناانصافیوں کو بیان کیا اور خوف زدہ معاشرے کی عکاسی کی۔

ان کے ہاں ہمیں فرد سے جڑی کہانیاں ملتی ہیں ان کی کہانیوان میں شہری حالات سے متاثر افراد اور روزگار کے معاشی مسائل کو موضوع بنایا گیا۔خراب شہری حالات سے کاروبار طبقہ بری طرح متاثر ہوا جس سے نہ صرف فرد بلکہ ملک کی معاشی نظام پر بھی تباہ کن اثرات پڑے اسی طرح محاصرہ ،شہر گردی ،دستنبو میں شہری حالات کی گھمبیر صورتحال کو تحریر کیا گیا ہے اس کہانی میں معاشرتی کہانی میں ظلم وبربریت اور دہشت زدہ معاشرے کی تصویر

ملتی ہے۔ کہانی میں کراچی اور ملک کے دیگر شہروں میں ہونے والے گروہی فسادات سے ہونے والے ہراسانی صورتوں کو بیان کرتے ہیں آصف فرخی کے ہاں ہمیں بیانیہ انداز غالب نظر آتا ہے انہوں ے کراچی کی خراب صورتحال کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں زیر تحریر لایا۔

آصف فرخی فرد سے جڑے مسائل کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی گھٹن زدہ ماحول سے ہونے والی ہراسانی کی صورتوں کو موضوع بناتے ہیں ان کا تعلق ادبی گھرانے سے ہونے کی وجہ سے ادبی ماحول انہیں وراثت میں ملا یہ روایت جڑے ہوئے افسانہ نگار ہیں۔انہوں نے کراچی کی صورتحال کو نہایت سنجیدگی سے لیتے ہوئے لوگوں کی زندگیوں کے المیوں کو تحریر کیا۔

ان کی سوچ کا دائرہ بہت وسیع ہے ان کا تحریری انداز انہیں ہم عصر افسانہ نگاروں سے ممتاز کرتا ہے آصف فرخی ”شہر بیتی “اور ”شہر ماجرا“ میں کراچی شہر کے غم زدہ حالات کو بیان کرتے ہیں ان کی کہانیوں میں حقیقت سے جڑے کردار ملتے ہیں ان کی سوچ کو دائرہ بہت وسیع ہے ان کے ہاں ہمیں سر عام ہونے والی دہشت گردی کے سے ہونے والے خوف سے متاثر لوگوں کی زندگیوں کی کہانیاں ملتی ہیں کراچی شہر کے گروہی فسادات سے ہونی والی پہیہ جام ہڑتالوں کے اثرات لوگوں کی زندگیوں پر براہ راست پڑے انہیں آصف فرخی نے اپنی تحریروں کا حصہ بنایا انہوں نے مقامی صورتحال کو تحریر کرتے ہوئے دہشت گردی سے متاثر علاقوں کے لوگوں کی کہانیاں بیان کی۔ آصف فرخی نے معاشرتی گھٹن زدہ ماحول اور دہشت گردی سے ہونے والی خوف اور جبر کو موضوع بنایا۔

آصف فرخی کے ہاں ہمیں بیانیہ انداز غالب نظر آتا ہے انہوں ے کراچی کی خراب صورتحال کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں زیر بحث لایا۔ آصف فرخی فرد سے جڑے مسائل کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی گھٹن زدہ ماحول سے ہونے والی ہراسانی کی صورتوں کو موضوع بناتے ہیں ان کا تعلق ادبی گھرانے سے ہونے کی وجہ سے ادبی ماحول انہیں وراثت میں ملا یہ روایت جڑے ہوئے افسانہ نگار ہیں۔

انہوں نے کراچی کی صورتحال کو نہایت سنجیدگی سے لیتے ہوئے لوگوں کی زندگیوں کے المیوں کو تحریر کیا ان کی سوچ کا دائرہ بہت وسیع ہے ان کا تحریری انداز انہیں ہم عصر افسانہ نگاروں سے ممتاز کرتا ہے آصف فرخی ”شہر بیتی “اور ”شہر ماجرا“ میں کراچی شہر کے غم زدہ حالات کو بیان کرتے ہیں ان کی کہانیوں میں حقیقت سے جڑے کردار ملتے ہیں ان کی سوچ کو دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان کے ہاں ہمیں سر عام ہونے والی دہشت گردی کے سے ہونے والے خوف سے متاثر لوگوں کی زندگیوں کی کہانیاں ملتی ہیں۔

کراچی شہر کے گروہی فسادات سے ہونی والی پہیہ جام ہڑتالوں کے اثرات لوگوں کی زندگیوں پر براہ راست پڑے انہیں آصف فرخی نے اپنی تحریروں کا حصہ بنایا انھوں نے مقامی صورتحال کو تحریر کرتے ہوئے دہشت گردی سے متاثر علاقوں کے لوگوں کی کہانیاں بیان کی آصف فرخی نے معاشرتی گھٹن زدہ ماحول اور دہشت گردی سے ہونے والی خوف اور جبر کو موضوع بنایا ۔ان کی کہانیوں میں کراچی کے حالات سے خوف زدہ معاشرے کی عکاسی ملتی ہے اس کہانی میں کہیں علامتی انداز اپنایا گیا ہے اور کہیں واضح طور پر چوری اور فائرنگ سے ہونے والے واقعات کو تحریر کیا گیا۔اس کے ساتھ ہی کہانی آگے بڑھتی ہے اور کہانی میں اندھا دھند فائرنگ سے خوف زدہ لوگوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے اس کے ساتھ ہی کہانی میں شازیہ کے بارے میں بات کی جاتی ہے جو خراب حالت کی وجہ سے راستے میں ہے۔کہانی کے آخر میں دوبارہ علامتی انداز میں کہانی کا اختتام کیا اور گلیوں میں بکھری لاشوں کے یہ تاش کے پتوں کی علامت کو استعمال کیا گیا ہے ۔"کسی طرح معلوم بھی نہیں کر سکتے نکل تو کھڑی ہوئی خدا کرے ساتھ خیریت کے پہنچ بھی جائے "۔

> "اب میں کرسی پر نہیں بیٹھ سکتا تھا میں نے سوچا کہ باہر چلا جاؤں وہ راہ بدل بدل کر سامنے آنے والا گول مکان گھومتے ہوئے گلوب کی طرح اک نہ ایک نقط پر رک گیا تھا اور جیسے میرے قدم اس پر پھسلے جا رہے تھے اور وہ بھاگتے ہوئے خیالات پیچھے ہٹتے ہوئے واقعات کی طرف ہاتھ بڑھائے جانے کے باوجود کسی چیز کو پکڑ نہیں پا رہا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں اندازہ لگانا چاہا کہ وہ الٹے پیروں واپس چلی گئ ہے یا جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بیچ میں بری طرح پھنسی ہوئی ہے ۔لیکن یہ کس طرح معلوم ہو سکتا تھا دونوں امکانوں کے درمیان اب کیا ہونے والا ہے میری سمجھ میں نہیں آ رہا گول مکان سامنے گھوم رہا تھا جیسے ان گلیوں کو کسی کے پتوں کی طرح پھینٹ کر رکھ دیا ہو ۔"[۲۴]

یہ افسانہ ان حالات کا بہترین عکاس ہے جن سے کراچی کی آبادی ایک طویل عرصے تک گزرے آصف فرخی نے گھر گھر پھیلی بے چینی اور ہراس کی کیفیت کی بخوبی عکاسی کی ہے۔

ج۔خواتین کے ساتھ ہونے والا ناروا سلوک :

طاہرہ اقبال کے ہاں ہمیں جاگیر دارانہ نظام میں ہونے والے ظلم عورتوں کے بنیادی حقوق سے محرومی ، اور نچلے طبقے کے مسائل کثرت سے ملتے ہیں ان کی کہانیاں معاشرتی حقیقت نگاری کی گہری عکاس ہیں "تپسیا "اس

کہانی میں عورتوں پر ہونے والے تشدد کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے نچلے طبقے کے مسائل پر بات کی گئی ۔اس کہانی میں نچلے طبقے میں عورت پر کیے جانے والے ظلم سے ہونے والی ہراسانی کو کچھ اس طرح تحریر کیا گیا ہے کہ :

"سانول اسے یوں پیٹ رہا تھا جیسے فرش کے روڑوں کو موت سے کوٹ رہا ہو وہ چیخ رہی تھی
مارومارو۔۔۔۔ آج میں تیرے ہاتھ سے مر کر چین لوں گی عورتیں دیواروں سے لگی دبی دبی
ہنسی ہنس رہی تھیں ۔زینب نے ان کی طرف سے تھوکا۔۔۔ مرد ہے میرا حق ہے اس کا
۔۔۔چاہے میری ہڈیاں توڑ ڈالے۔ "[۲۵]

اس کہانی میں وٹہ سٹہ کی شادیوں سے ہونے والے مسائل کو موضوع بناتے ہوئے زینب کی کہانی بیان کی جسے جرگہ کے فیصلہ پانچ پاؤں کی ماں ہوتے ہوئے سانوال نامی کم عمر لڑکے سے بیاہ دیا جاتا ہے زینب اپنے بچوں کو چھوڑنے کے بعد بھی شوہر کا ساتھ نبھاتی ہے لیکن اسے ساس سے بڑی عمر اور بد صورت ہونے کے طعنے ملتے ہیں طاہرہ اقبال کی کہانیوں میں دیہی مسائل اور عورتوں کے حقوق اور معاشرتی حقیقت نگاری ملتی ہے۔ ان کے ہاں عورت کی ظلم کا نشانہ بننے والی عورتوں اور نچلے طبقے کے معاشرتی مسائل ملتے ہیں۔"غلاما" طاہرہ اقبال نے اس کہانی میں علامتی انداز اپناتے ہوئے غلامے کی صورت مظلوموں کی کہانی بیان کی ہے۔

"غلامے کی سیاہ مہیب چٹان ٹرخ کر گری جیسے کوئلے کی کان منہدم ہوتی ہے جیسے بھاٹی میں ابلتے لک
کا سیال بہہ نکلا چیختے دھاڑتے مرد گھٹنوں گھٹنوں تپتی ریت میں دھنستے غلامے پر گھونسوں اور ٹھڈوں
سے ٹوٹ پڑے اوئے کالے خچر کی اولاد تھوڑی دیر اور خنزیر کی اولاد تھوڑی دیر اور کھڑا رہتا تو مینہ
برسنے کو ہی تھا ۔ "[۲۶]

غلاما جسے جاگیرداروں کے ظلم و ستم کا شکار بنا کر انسانیت کی تذلیل کی جاتی ہے کہانی میں محکوم طبقے کے زندگیوں کے کرب اور بے بسی کو تحریر کرتے ہوئے گاؤں کے ہاری غلامے کی کہانی بیان کی گئی ہے جسے ہر جاگیردار اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں ۔طاہرہ اقبال کی کہانیوں میں جاگیرداروں کے ظلم و ستم اور تشدد سے متاثر کردار ملتے ہیں انہوں نے عورتوں کے حقوق پر بات کرتے ہوئے دیہی معاشرے میں ہونے والے ظلم اور زیادتیوں

پر بات کی اور عورتوں کے مسائل بیان کیے انہوں نے دیہی رسم و رواج ،طبقاتی تفریق اور جاگیر درانہ نظام میں ہونے والے ظلم کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کیا۔

کشور ناہید عورتوں کے بارے میں کچھ لکھتی ہیں کہ :

> ”مسلم تہذیب میں عورت کمزور ورغلائے جانے اور ترغیب میں آ جائے والی اور مرد کی حفاظت کے بغیر زندہ نہ سکنے والی مخلوق ہے۔اس معاشرے میں عورت بہت معصوم اور نازک بھی قرار دی جاتی ہے اور یوں چار دیواری سے لے کر پردہ اور اسے مرد سے الگ رکھنے کا فلسفہ اس کے تحفظ کے اعلانات کا حصہ ہے۔ “[۲۷]

روشنیوں کے شہر کراچی جسے گروہی فسادات نے بے رونق کرر کھا تھا مبین مرزا اس شہر کا نوحہ بیان کرتے ہوئے معاشرتی مسائل حالات کی گہری عکاسی کرتے ہیں انہوں نے فسادات کے واقعات کو موضوع بناتے ہوئے شہریوں کے المیہ کو بیان کیا ہے کراچی شہر میں آئے روز ہونے والے فائرنگ کے واقعات سے ہر طبقہ بری طرح متاثر ہوا سر عام ہونے والی فائرنگ اور بم دھماکوں سے ہونے خوف سے مقامی شہری کو بری طرح خوف زدہ تھے مبین مرزا، کراچی نے معاشرتی حالات کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کو بیان کرتے ہیں مبین مرزا کی کہانیوں میں دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی کے مسائل کے ساتھ ساتھ معاشرتی حقیقت نگاری پر بھی بات کی گئی ہے۔

افسانہ ”سفید پردہ “اس کہانی میں میں مبین مرزا نے خود کش تنظیموں کے نشانہ بننے والے لوگوں کی کہانیوں کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی المیہ کو بیان کیا ہے خالد جسے خود کش تنظیمیں اپنے مواد کے لیے استعمال کرتی ہی”خواب ہارا آدمی “مبین مرزا نے ایٹمی دھماکوں سے ہونے والے خوف وہراس پر بات کرتے ہوئے ایٹمی دھماکوں کے بعد ہونے والی پیچیدگیوں سے ڈرے ہوئے جرنلسٹ کی کہانی تحریر کی ہے جو شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہے۔

کہانی ایٹمی دھماکوں کے بعد ہونے والے مسائل کو علامتی انداز میں بیان کرتے ہوئے ہیروشیما، ناگاساکی پر گرائے جانے والے بم دھماکوں سے ہونے والے نقصانات اور خوف کو بیان کیا ہے مبین مرزا نے ”قید سے بھاگے ہوئے “یہ کہانی جاگیر دارنہ نظام میں عورتوں سے روا رکھے جانے والے سلوک کو علامتی انداز میں تحریر کرتے ہوئے عورتوں اور نچلے طبقے کے مسائل اور معاشرتی توہم پرستی سے ہونے والی نفسیاتی اذیت کو بیان کیا ہے ”خوف کے آسمان تلے “کہانی میں کراچی شہر میں ہونے والے سیاسی فسادات سے ہونے والے خوف کی صورتوں کو بیان کرتے ہوئے سر عام ہونے والی دہشت گردی سے خوف وہراس پھیلا کر عوام کو ووٹ کے حق سے محروم رکھنے کے

مسائل کو بیان کیا ہے۔ ”ریت کی دیوار“ یہ کہانی منشی نور محمد کے کپتان شہید بیٹے افضال احمد کی بیوہ اور دو بیٹوں طارق بن زیاد اور محمد بن قاسم کی ہے شہید کی بیوہ جب تمغا لینے جاتی ہے تو غربت کی وجہ سے بچوں کی تعلیم کا وظیفہ لگوانے کی بات کرتی ہے ۔

”میں یہ چاہتی ہوں کہ سرکار میرے بچوں کا تعلیمی وظیفہ لگا دے مجھے کچھ نہیں چاہیے۔“[۲۸] لیکن آرمی آفیسر انہیں تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کچھ اس طرح بات کرتے ہیں کہ شدید دکھ اور خوف میں مبتلا ہو جاتی ہے۔”ماہی تمھیں یہاں شوہر کا تمغہ لینے کے لیے بلایا ہے بھیک مانگنے کے لیے نہیں ----”شدید دکھ اور ہتک کا احساس اس کے دل میں بھر گیا ۔۔۔۔۔ہم بھیک مانگے نہیں “[۲۹]

”سفید پردہ “ یہ کہانی ایک طالبعلم کی ہے جسے بہت کوشش کے باوجود نوکری نہیں ملتی اس لیے وہ اپنے والد سے سفارش کروانے کے لیے کہتا ہے لیکن والد کی طرف سے سفارش سے انکار ہونے کی وجہ سے خالد ایک دہشت گرد تنظیم میں شامل ہو جاتا ہے۔

> ”ایک جائز کام کی سفارش کے بدلے میں ہم سے کئی ناجائز کام نکلوائے جائیں گے ۔اصولوں کی زندگی گزاری ہے ہم نے کوئی انگلی نہیں اٹھا سکتاہاں اس لیے تو ٹھوکریں کھا رہی ہے آپ کی اولاد آپ کو اپنے اصول زیادہ پیارے ہیں بھائی نے ڈوبتی آواز میں کہا لیکن یہ ڈوبتی آواز بھی دھماکہ کرگئی ایکدم پورے گھر میں سناٹا چھا گیا خاموش کہ یہ چند لمحے صدیاں بن گئے۔۔۔ایک دن ابا کو پتا چل گیا کہ بھائی تنظیم کا رکن بن گیا ہے “[۳۰]

اس کہانی میں بے روزگاری اور غربت سے ہونے والے مسائل پر بات کرتے ہوئے مبین مرزا نے بے روزگاری کے باعث خودکش تنظیموں کے ہتھے چھڑنے والے خالد کی کہانی کو بیان کیا ہے جسے خودکش تنظیمیں اپنے مفادات کے لیے ملک اور قوم کے خلاف استعمال کرتی ہیں اور معاشرتی خوف وہراس کا باعث بنتی ہیں۔

”خواب ہارا آدمی “ یہ ایک ایسے جرنلسٹ کی کہانی ہے جو ایٹمی دھماکوں سے ہونے والے نقصانات سے اس قدر خوف زدہ ہے کہ شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہو کر سائیکی کا مریض بن جاتا ہے اس کہانی ایٹمی دھماکوں سے ہونے والے مسائل کو موضوع بناتے ہوئے انڈیا میں ہونے والے پانچ ایٹمی دھماکے اور اس کے جواب میں کیے جانے والے چھ دھماکوں سے ہونے خوف کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کیا گیا ۔

"قید سے بھاگے ہوئے" یہ کہانی جاگیر دار گھرانے کی ہے جہاں صنفی لحاظ سے توہم پرست رویہ رکھتے ہوئے نچلے طبقے کے لوگوں کو نفسیاتی اور زہنی ازیت دی جاتی ہے کہانی میں ملکاں بی بی کے کردار کو موضوع بناتے ہوئے جاگیر درانہ نظام میں جائیداد تقسیم ہونے کی وجہ سے شادی کے حق سے محروم رکھنے اور ملازموں پر ہونے والے ظلم جنسی اور نفسیاتی ہراسانی کو موضوع بنایا گیا۔

> "ملکان چلتی ہوئے پاس آئی، بالکل اجنبی اور کرخت الفاظ میں بولی تم اگر ملکوں کی قید میں ہوتے تو تمہیں موت بھی وہاں سے نہیں نکال سکتی تھی۔میں نے رکھا تھا تمہیں حویلی میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"[۳۱]

اس کہانی میں جاگیر درانہ نظام میں ہونے والے مظالم سے ہونے والی صنفی ہراسانی کو موضوع بنایا گیا ہے کہانی میں مراد جو حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر تعلیم کے دوران ہی بسوں کے اڈوں پر ٹکٹ فروخت کرتا ہے اسی دوران اس کی ملاقات ایک جاگیر دار خاندان کی عورت ملکان سے ہوتی ہے ۔اس کہانی میں ملکان کے کردار کو تحریر کرتے ہوئے جاگیر دار گھرانے میں ہونے والی ناانصافیوں کو موضوع بناتے ہیں یہ ملکاں کی کہانی میں توہم پرست فرسودہ روایات کے ساتھ جاگیر درانہ نظام میں عورتوں اور نچلے طبقے کے ساتھ ہونے والی ناانصافیوں سے ہونے والے خوف پر بات کی گئی ہے ۔

"خوف کے آسمان تلے "مبین مرزا نے اس افسانہ میں کراچی میں ہونے والے سیاسی گروہی فسادات سے ہونے والے خوف سے ہونے والی ہراسانی کو موضوع بنایا ہے کہانی میں دہشت گردی اور خوف وہراس پھیلا کر ووٹ کے حق سے محروم رکھنے کی بات کی گئی ہے دہشت گرد حملوں کے ذریعے شخصی آزادی کو ختم جارہاہے سرعام گولیاں چلا شہریوں کر خوف زدہ کیا جاتا ہے ۔

> "مقتل بنایا ہوا ہے کراچی کو ظالموں نے کونے میں کھڑے یہ صاحب بولے سب نے ان کی طرف دیکھا، لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا جیسے کوئی بھی اس سفاک حقیقت کی تصدیق کرنا نہ چاہتا ہو۔ خدا کی مار ہو ایسے ظالموں پر وہ صاحب بولے کئی ایک نے آمین کہا "[۳۲]

یہ کہانی ایک پروفیسر کی ہے جنہیں خوف زدہ کر کے ووٹ دینے کا حق بھی چھین لیا جاتا ہے کہانی میں دہشت گردی سے خوف زدہ معاشرتی حقائق کو بیان کرتے ہوئے پروفیسر کی زندگی کی تلخ حقیقتوں کو موضوع بنایا گیا گروہی فسادات سے ہونے والے معاشرتی ہراسانی کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی المیہ کو بیان کیا گیا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شہناز نبی،ڈاکٹر تانیثی تنقید، کالج اسٹریٹ کلکتہ سن اشاعت ۹ ۲۰۰ء ص ۱۳

۲۔ منشایاد وقت سمندر، نیشنل بک فونڈیشن، سن اشاعت ۶ ۱۹۸ء ،ص ۲۱۴

۳۔ بکسر وفتی ،بحوالہ، سردار جعفری، ترقی پسند ادب ،مکتبہ عالیہ پاکستان لاہور، ص ۱۳۵

۴۔ اقبال آفاقی ڈاکٹر، تپسیا کا اعجاز، مشمولہ وقت سمندر، ص ۳۰

۵۔ منشایاد، باگھ بھگیلی رات ، مشمولہ ،ماس اور مٹی،ماڈرن بک ڈپو اسلام آباد، سن اشاعت ۱۹۸۰ء ص ۳۹

۶۔ منشایاد، باگھ بھگیلی رات، مشمولہ ،ماس اور مٹی،ماڈرن بک ڈپو اسلام آباد ،ص ۴۵

۷۔ اسلم سراج الدین، ناقدین کی آرا، اقبال آفاقی ص ۳۰۳

۸۔ منشایاد، چھتیں اور ستوں ،مشمولہ ،بند مٹھی کے جگنو ص ۸۶

۹۔ ایضاً، ص ۸۸

۱۰۔ منشایاد، میں اور وہ ،مشمولہ، بند مٹی میں جگنو، کلفٹن کالونی لاہور، ص ۱۵۶

۱۱۔ منشایاد، سلاٹر ہاؤس مشمولہ درخت آدمی ،ص ۱۲۹

۱۲۔ رشید امجد، ڈاکٹر لیمپ پوسٹ مشمولہ ،بیزار آدم کے بیٹے دشت نظر سے آگے، دستاویز پبلیشرز راولپنڈی ،
سن اشاعت ۱۹۷۴ ء ص ۱۲۵

۱۳۔ رشید امجد، گملے میں آگا ہوا شہر، مشمولہ سپہر کی خزاں، دشت نظر سے آگے، اردو رائٹرس گلڈ اسلام آباد،
سن اشاعت ۱۹۸۸ء ص ۲۷۹

۱۴۔ شہر بدری، گمشدہ آواز کی دستک اردو رائٹرس گلڈ اسلام آباد، سن ۲۰۱۶ء ،ص ۳۰۳

۱۵۔ خالدہ حسین ،جزیرہ ،سنگ میل پبلک کیشنز ،لاہور، سن اشاعت، ۲۰۰۸ء، ص ۶۳۲

۱۶۔ خالدہ حسین، تفتیش ص ۱۸۱

۱۷۔ زاہدہ حنا، آنکھوں کو رکھ کر طاق میں دیکھا کرے کوئی رقص بسمل ہے، الحمد پبلی کشنز لاہور، سن اشاعت ۲۰۱۱ء ،
ص ۲۱۵

۱۸۔ زاہدہ حنا، بود نبود کا آشوب، مشمولہ تتلیاں ڈھونڈنے والی، لکشمی نگر دہلی، سن اشاعت ۲۰۱۰ء، ص ۲۳۴

۱۹۔ آصف فرخی، شہر بیتی، مشمولہ ناگن چورنگی ،فکشن ہاوس لاہور، سن اشاعت ۲۰۲۱ء، ص ۳۷۰

۲۰۔ آصف فرخی ناگن، چورنگی ص ۳۷۱
۲۱۔بشیر سیفی ڈاکٹر، تنقیدی مطالعے، نذیر سنز پبلشرز لاہور، سن اشاعت 1995ء ص ۳۱
۲۲۔ آصف فرخی، اس میں ظالم بوئے خون کی راہ ہے، مجموعہ فکشن ہاؤس لاہور، ص ۳۵۳
۲۳۔ آصف فرخی شہر ماجرا، ص ۴۲۰
۲۴۔ آصف فرخی، اس میں ظالم بوئے خون کی راہ ہے، ص ۲۳۵
۲۵۔طاہرہ اقبال، تپسیا، مجموعہ سنگ بستہ ،دوست پبلی کیشنز اسلام آباد، سن اشاعت ۱۹۹۹ء، ص ۳۹
۲۶۔طاہرہ اقبال کے منتخب افسانے ،غلاما، مجموعہ سنگ بستہ ،مکتب جامعہ دہلی ،سن اشاعت، ۲۰۱۳ء، ص ۳۲
۲۷۔کشور ناہید، عورت خواب اور خاک کے درمیان، سنگ میل پبلک کیشنز سن اشاعت 1995ء، ص ۱۳۳
۲۸۔ مبین مرزا، خوف کے آسمان تلے افسانہ ریت کی دیوار، اکادمی بازیافت، سن اشاعت ۲۰۰۴ء، ص ۲۷۱
۲۹۔ مبین مرزا، خوف کے آسمان تلے افسانہ ریت کی دیوار ، ۲۸۱
۳۰۔ مبین مرزا ، سفید پردہ، خوف کے آسمان تلے، ص ۲۷
۳۱۔ مبین مرزا، سفید پردہ، خوف کے آسمان تلے، ص ۴۵
۳۲۔ مبین مرزا، قید سے بھاگے ہوئے ص ۳۲

باب سوم:

منتخب اردو افسانوں میں معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کی پیش کش

ادب معاشرے کا عکاس ہوتا ہے اس لیے ملک کے سیاسی اور معاشرتی حالات ادب کا حصہ بنتے ہیں اور ان حالات کی تصوریں ادب میں عیاں ہوتی ہیں موجودہ دور میں جہاں ٹیکنالوجی کی بدولت تیزی سے ترقی ہو رہی ہے اور معاشرتی نظام کی تشکیل جاری ہے وہاں معاشرہ بہت سے مسائل میں بھی گھرا ہوا ہے ان مسائل میں معاشرتی ہراسانی جیسے مسائل بھی شامل ہیں ان میں صنفی، مذہبی طبقات ہراسانی کی صورتیں ہمارے سامنے آتی ہیں ان میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ان مسائل اور زیادتیوں کی نشاندہی بہت ضروری ہے جہاں ہر سطح پر ان کی نشاندہی پر کام ہو رہا ہے وہاں ادیبوں اور لکھاریوں نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور اس ظلم، جبر، زیادتی کو اپنی تحریروں کا موضوع بنایا ہے اردو افسانہ نگاروں نے معاشرے میں ہونے والے ہراسانی کے واقعات کو افسانوں میں تحریر کیا اور محکوم اور مظلوم طبقے کی نمائندگی کی۔

انہوں نے طبقاتی مذہبی، جنسی معاشرتی اور معاشی ہراسانی کو موضوع بنایا۔ ہراسانی سے پیدا ہونے والی خوف و ہراس، ناانصافی ،زیادتی جیسے اہم مسائل پر قلم اور قاری کی اس اہم مسئلہ کی طرف توجہ دلائی انہوں نے صرف ہراسانی صورتوں کو پیش کیا بلکہ ان کی معاشرتی اور تہذیبی لحاظ سے اثرات نشاندہی بھی کی۔ اردو افسانہ کے آغاز سے ہی افسانہ نگاروں نے سماجی مسائل کی طرف توجہ دلائی اس کے بعد آنے والے افسانہ نگاروں نے بھی محکوم طبقے کو ہراساں کئے جانے کے واقعات کو تحریر کیا ان افسانہ نگاروں میں منشایاد، رشید امجد، آصف فرخی، مبین مرزا، خالدہ حسین، زاہدہ حنا، طاہرہ اقبال قابل ذکر ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں میں ان مسائل کی نشاندہی کی۔

سیاسی فرقہ واریت ہو یا دہشت گردی یا مذہبی انتہا پسندی ہر مسئلے کو موضوع بناتے ہوئے انہوں نے نہ صرف طبقاتی ہراسانی بلکہ معاشی ہراسانی کے تحت اختیارات کا ناجائز استعمال محکوم طبقے سے ناروا سلوک کو بھی اپنی تحریروں کا حصہ بنایا۔

الف۔ طبقاتی ہراسانی کی صورتیں:

ہمارے معاشرے طبقاتی کشمش سے دوچار رہا ہے ذات بات کی تقسیم کی وجہ سے ہمارے معاشرہ طبقاتی تقسیم کے مسائل میں گھرا ہوا ہے یہ تقسیم رنگ نسل مذہب کی بنیاد پر مبنی ہے اسی طرح جاگیردرانہ نظام میں نچلے طبقے کو غربت کی وجہ سے بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے معاشرے میں طبقاتی تقسیم بہت سے مسائل کا سبب بنتی ہے ۔

ظلم جب حد سے بڑھ جاتا ہے تو بغاوت جنم لیتی ہے اسے لیے مارشل لا دور کے دور میں لکھے گئے افسانوں میں معاشرتی ظلم کی عکاسی کی گئی ادیب زندگی کے تلخ حقائق کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی نمائندگی کرتا ہے ادیب جن معاشرتی تلخ حقائق سے گزرتا ہے اسے تکلیف کو احاطہ تحریر میں لاتا ہے کوئی بھی افسانہ نگار اپنے عہد سے ہٹ کر نہیں رہ سکتا مارشل لا دور کے افسانہ نگاروں نے جس دور میں بھی ادب تخلیق کیا ان کی تحریروں میں سماجی ظلم کی جھلکیاں ملتی ہیں ۔منشایاد اردو ادب کے نمایاں افسانہ نگار ہیں انہوں نے زندگی کے تلخ حقائق اور معاشرتی حقیقت نگاری کے موضوعات کو تحریر کیا یہ معاشری تلخ حقیقتوں کو بیان کرتے ہوئے نچلے طبقے میں ہونے والے معاشرتی جبر کی صورتوں کو پیش کرتے ہیں ان کی کہانیوں میں گہرا ربط موجود ہے جو قاری کے تسلسل کو برقرار رکھتا ہے ان کے ہاں ہمیں زیادہ تر دیہی مسائل ملتے ہیں ۔یہ جاگیردارنہ طبقے کے جبر اور معاشرتی ظلم کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں۔ان کی کہانیوں میں ہمیں ہراسانی کی مختلف صورتیں ملتی ہیں "۱۹۷۸ کا آخری افسانہ پناہ "اس کہانی میں مارشل لاء کے پس منظر کو بیان کیا گیا ہے کہانی میں آمرانہ مظالم پر بات کرتے ہوئے معاشرتی ظلم سے متاثر افراد کی کہانی کو تحریر کیا گیا منشایاد نے سیاسی جبریہ ماحول میں ہونے والے ڈر اور خوف سے ہونے والی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کرتے ہیں ۔

> "طاقت کے بل بوتے پر کوئی بھی دوسرے کا حق چھین لیتا اسے نقصان پہنچاتا یا قتل کر دیتا
> غنڈہ گردی اور چھینا جھپٹی، رشوت، سفارش اور اقربا پروری عام ہوگئی آئے روز چھوٹے کمزور
> پرندے طاقتور پرندوں کا نشانہ بنتے رہے ۔ "[1]

اسی طرح افسانہ خوف ۸۵ میں معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کو تحریر کرتے ہوئے ہتھوڑا گروپ جیسی تنظیموں کے خوف سے متاثر افراد کی کہانی بیان کی گئی ۔ جنھیں ہتھوڑے کی ضرب سے سوئے ہوئے قتل کر دیا جاتا تھا افسانہ "دوپہر اور جگنو " منشایاد نے علامتی انداز اپناتے ہوئے طبقاتی تقسیم کو گھڑی کی چھوٹی ،بڑی سوئیوں کی صورت میں بیان کیا ہے منشایاد نے اس کہانی میں معاشرتی ہراسانی کی عکاسی کرتے ہوئے ملک کے سیاسی حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ کہانی سقوط ڈھاکہ کے پس منظر میں لکھی کہانی میں ملک کے سیاسی حالات سے ہونے والے تشدد کو موضوع بناتے ہوئے سقوط ڈھاکہ کو علامتی انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

"راستے بند ہیں"اور"گھر سے باہر ایک دن "میں منشایاد نے سیاسی اور معاشرتی جبر و تسلط کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کے موضوعات کو تحریر کیا ہے کہانی میں معاشرتی ناانصافیوں کو بیان کرتے ہوئے نچلے طبقے پر ہونے جبر کے مسائل کو موضوع بنایا ۔ افسانہ"دیوار گریہ "اس کہانی میں سیاسی جبر اور ناانصافیوں کو موضوع بناتے

ہوئے میں ہونے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کرتے ہیں منشایاد نے دیہی مسائل پر بات کرتے ہوئے معاشرتی تلخ حقائق کو بیان کیا ہے منشایاد ان افسانوں میں معاشرتی حقیقت نگاری اور سماجی تہذیبی صورتوں کو بیان کرتے ہیں منشایاد کے ہاں ہمیں خوف و دہشت سے متاثر افراد کی کہانیاں ملتی ہیں "فاختہ تو پاگل تھی "میں اس کہانی میں بھی علامتی انداز میں معاشرتی بے حسی کو موضوع بناتے ہوئے فرد کے المیہ کو کچھ اس طرح سے بیان کیا گیا ہے ۔"صبر کرو بہن، یہ ظلم اور زیادتی تو اب کمزور کا مقدر بن چکی ہے۔ جہاں گدھ راج ہو گا وہاں کوے اور الو ہی چوہدری پر دھان ہوں گے۔ لیکن ظلم سہہ کر خاموش رہنا مناسب نہیں ۔"

> "منشایاد کی کہانیاں حقیقت پسند روایتی کہانیوں اور دور حاضرہ کی علامتی کہانیوں کے درمیان ایک پل ہیں۔ منشایاد علامت کو اس انداز میں استعمال کرتا ہے کہ بات مزید نکھر جاتی ہے ابہام پیدا نہیں ہوتا اس کے کرداروں سے مٹی کی خوشبو آتی ہے وطن کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔"[۳]

منشایاد سیاسی جبریہ ماحول پر کھلی تنقید کرتے ہوئے معاشرتی ہراسانی سے متاثر افراد کی کہانیوں پر بات کرتے ہیں ان کے ہاں ہمیں معاشرتی حقیقت نگاری کا گہرا رنگ نظر آتا ہے منشایاد کے افسانوں میں ہمیں جیتے جاگتے کردار نظر آتے ہیں ان کے افسانوں میں معاشرتی جبر اور دیہی زندگی کے مسائل کثرت سے ملتے ہیں ان کی کہانیوں میں معاشرتی حقیقت نگاری کا گہرا رنگ نظر آتا ہے یہ کہانیوں میں معاشرتی مظالم کی عکاسی کرتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق سے محروم افراد کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ ممتاز مفتی منشایاد کے بارے میں تحریر کرتے ہیں :

> "منشایاد کی کہانیاں حقیقت پسند روایتی کہانیوں اور دور حاضرہ کی علامتی کہانیوں کے درمیان ایک پل ہیں۔ منشایاد علامت کو اس انداز میں استعمال کرتا ہے کہ بات مزید نکھر جاتی ہے ابہام پیدا نہیں ہوتا اس کے کرداروں سے مٹی کی خوشبو آتی ہے وطن کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔"[۳]

ب۔ دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی :

ان افسانہ نگاروں نے کراچی اور ملک کے دوسرے شہروں میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات سے ہونے والی ہراسانی کے دل سوز واقعات بیان کرتے ہوئے معاشرتی تلخ حقائق کو بیان کیا منشایاد ،رشید امجد ، آصف فرخی مبین مرزا، زاہدہ حنا، خالدہ حسین کے افسانوں میں ہمیں دہشت گردی سے متاثر کردار ملتے ہیں ۔

اردو افسانہ نگاروں نے بنیادی حقوق کی بحالی اور عدم تحفظ کا شکار محکوم طبقے کی زندگیوں کے مسائل بیان کرتے ہوئے معاشرے میں انہیں بنیادی حثیت دلانے کی بات کی ابتدائی دور کے افسانوں میں ہمیں سماجی حقیقت نگاری ملتی ہے رشید امجد کی کہانیوں میں معاشرتی حقیقت نگاری کی گہری عکاسی ملتے ہے انہوں نے روایتی انداز سے ہٹ کر نیا انداز فکر اپناتے ہوئے اردو افسانہ کو نئے موضوعات عطا کئے ان کے افسانوں میں غم خوف ظلم سے متاثر کردار ملتے ہیں ان کے کردار علامتی انداز اپنائے ہوئے ہیں ۔

انھوں نے معاشرتی بے بسی کو موضوع بناتے ہوئے عام فرد کی بات کرتے ہیں ان کے افسانوں ”بے زار آدم کے بیٹے “اور ”کاغذ کی فصیل “میں انھوں نے مارشل لاء دور کے جبر کو”موت “اور”قبر “علامت بنا کر سماجی ظلم کے عکاسی کی ان افسانوں میں محکوم طبقے پر ہونے والے جبر کو منظر عام پر لاتے ہیں ۔

رشید امجد نے افسانوں میں اخلاقی اور معاشرتی اصلاحی موضوعات کے ساتھ معاشرتی اقدار کی پامالی، توہم پرستی جیسے موضوعات کو تحریر کرتے ہوئے مظلوموں کے حق کے لیے آواز اٹھائی ان کی کہانیوں میں مارشل لاء دور کا ظلم اور دہشت علامتی انداز میں ملتا ہے ملکی سیاسی صورتحال کی آئے دن تبدیلی کی وجہ سے مارشل لائی دور کے خلاف عوام کا سخت رد عمل سامنے آیا جنھیں اردو افسانہ میں علامتی اور میں تحریر کیا گیا۔ رشید امجد نے مارشل لاء کے جبر اور جاگیر درانہ نظام کے ظلم اور محکوم طبقے سے ہونے والی ناانصافی کو بیان کیا۔

فرمان فتح پوری تحریر کرتے ہیں کہ:

> ”وہ اپنے افسانوں میں خود کو دوسروں کی جگہ پر رکھ کر دیکھتا ہے اس سلسلے میں وہ سینکڑوں روپ بدلتا ہے اور اپنے آپ کو ان گنت قالبون میں ڈھالتا ہے لیکن تقلیب کا یہ عمل گرے پڑے کمزور یا غریب لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے نچلے درجے کے گنوار ان پڑھ ہی ان کے افسانوں میں جگہ پاتے ہیں۔ “[۲۴]

ان کہانیوں میں معاشرتی عدم تحفظ کے واقعات پر مبنی کردار ملتے ہیں ان کے افسانہ ”آدھے دائروں کا نوحہ “میں چوہدری موجا جیسے ظالم وڈیروں کے جبر ،اور نچلی ذاتوں سے ہونے والی زیادتیوں اور جبر کو علامتی انداز میں تحریر کرتے ہیں۔ رشید امجد نے بنیادی انسانی حقوق کی حق تلفی کرنے والوں کے خلاف قلم اٹھاتے ہوئے معاشرتی ظلم سے متاثر افراد کی کہانیوں کو علامتی انداز میں بیان کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی ۔

ان کی کہانیوں میں ظلم سے متاثر لوگوں کی جیتی جاگتی تصوریں ملتی ہیں "پیلا شہر"، "سراب" اور سہ پہر کی خزان "اس افسانہ میں میں سماجی ظلم کی عکاسی کرتے ہوئے معاشرے کی تاریکی اور بے چہرگی کو موضوع بنایا ۔ ان کے زیادہ تر افسانوں میں شہر کی تاریکی کا ذکر ملتا ہے "دکھ ایک چڑیا ہے" اور "کاغذ کی فصیل" میں دہشت گردی اور سر عام ہونے والی بم دھماکوں سے ہونے والی ہراسانی کے واقعات کو تحریر کرتے ہوئے سماجی مسائل کو بیان کرتے ہیں۔

اس کہانی میں انہوں نے مسجدوں میں ہونے والے بم دھماکوں سے ہونے والے خوف سے متاثر معاشرے کی عکاسی کرتے ہوئے لوگوں کے خوف تحریر کیا۔ رشید امجد کی کہانیوں معاشرتی حقیقت نگاری کے ساتھ گہری تہ داریت ملتی ہے۔"بیزار آدم کے بیٹے "میں رشید امجد نے موت کی تاریکی کے خوف کو علامتی انداز میں تحریر کرتے ہوئے آمرانہ دور کی سیاسی گھٹن سے ہونے والی خوف کا شکار معاشرے کے بارے میں لکھا۔

رشید امجد کے افسانوں میں معاشرتی جبر سے خوف زدہ معاشرے کے واقعات ملتے ہیں رشید امجد نے اردو افسانہ کو نئی جہتیں عطا کیں ان کی کہانیوں ماضی اور حال دونوں سے گہری جڑت رکھتی ہیں یہی ان کی تحریر کا خاصہ رہا انہوں نے گہری علامت کا استعمال کرتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کیا۔ ان کے ہاں سیاسی اور معاشرتی حقائق ملتے ہیں انہوں نے سیاسی زوال اور معاشرتی انتشار سے ہونے والی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی۔ان کی تحریروں اس عہد جدید اور عہد قدیم کے واقعات ملتے ہیں انہوں نے مارشل لائی دور کے ظلم و جبر کو موضوع تحریر بناتے ہوئے سماجی حقیقتوں کو بیان کیا۔اس دور کے معاشرتی حالت اور سیاسی انتشار اور بے چینی اور خوف کا باعث بنے رشید امجد افسانوی سفر کے آغاز سے جو موضوعات ملتے ہیں ان میں سماجی حقائق کی بھرپور صورتیں موجود ہیں۔رشید امجد نے عہد بہ عہد تبدیلی کے ساتھ اردو ادب کو نئی سوچ اور نئے زاویئے عطا کیے۔

ان کے ہاں ہمیں سیاسی جبر ،شناخت ،متوسط طبقے ،تنہائی جیسے موضوعات ملتے ہیں یہ گردوپیش کا مشاہدہ کرتے ہوئے سیاسی جبر کو علامتی انداز میں بیان کرتے ہیں مارشل لاء کے دور میں سیاسی بدامنی اور انتشار نے ملک کو اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا انہوں نے سماجی حقیقتوں کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی انتشار ،خوف بے چینی کا شکار معاشرے کے مسائل کو تحریر کیا ان کے ہاں ہمیں مختلف موضوعات ملتے ہیں۔

"الجھاؤ "رشید امجد نے اس کہانی میں مارشل لاء دور میں ہونے والے سیاسی جبر کو موضوع بناتے ہیں تشدد سے متاثر لوگوں کی کہانیوں ہراسانی کو بیان کیا ہے اس کہانی میں سر عام ہونے والے ظلم کا شکار افراد کی کہانیوں کو تحریر کرتے ہوئے سماجی حقیقت نگاری کی عکاسی کی ۔

"یہاں تک کہ سچ بولنے والی آنکھیں اور دوسرے کے لیے بولنے والی زبان باہر آ گئی ۔۔۔ مدتوں سے یہ پھندا خالی پڑا تھا بیرکیں ویران ہو گئیں تھیں اور اس سارے کو تحفظ دینے والی دیوار جگہ جگہ سے تڑپ گئی تھی اور اس میں کئی راستے بن گئے تھے۔۔۔ کسی نے پھندا اس کے گلے میں ڈالا دیا۔ الگ تیز روشنی اس کے منہ پر پڑی اور تختہ اپنی جگہ سے کسک گیا۔ "[۵]

بشیر سیفی لکھتے ہیں کہ :

"اپنے مخصوص اسلوب کے حوالے سے وہ ایک ایسے صاحب اسلوب افسانہ نگار بھی قرار پاتا ہے جس نے ایک پورے دور کو متاثر کیا ہے اور یہ اس کا ایسا اعزاز ہے جس پر فخر کرنے میں وہ حق بجانب ہے۔ "[۶]

"شہر گریہ "اس کہانی میں رشید امجد نے مذہبی ہراسانی کی صورتوں کو موضوع بناتے ہوئے مذہبی مقامات میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات کو تحریر کیا ہے اس کہانی میں خود کش حملہ آواروں کے ہاتھوں تماشہ بننے والے نہتے شہریوں کی کہانی بیان کی گئی ہے جنھیں مذہب کے نام پر استعمال کیا جاتا ہے کہانی میں مسجدوں میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات سے ہراساں ہونے والے افراد کی زندگیوں کی کرب کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کہانی میں مذہبی ہراسانی کے موضوع کو تحریر کرتے ہوئے مسجدوں ، مندروں ، امام بارگاہوں میں ہونے والے بم دھماکوں سے خوف زدہ معاشرے کے المیہ کو بیان کرتے ہیں رشید امجد نے معاشرتی انتشار ، خوف بے چینی کا شکار معاشرے کے مسائل کو تحریر کیا ان کے ہاں ہمیں مختلف موضوعات ملتے ہیں رشید امجد نے افسانوں میں اخلاقی اور معاشرتی اصلاحی موضوعات کے ساتھ معاشرتی اقدار کی پامالی، توہم پرستی معاشرتی اقدار کی پامالی کے موضوعات کو تحریر کرتے ہوئے مظلوم کے حق کے لیے آواز اٹھائی۔

ج۔ مذہبی فرقہ واریت سے ہونے والی ہراسانی :

ان منتخب افسانہ نگاروں کے افسانوں میں مذہبی فرقہ واریت کی بنا پر ہونے والے فسادات سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی کے موضوعات ملتے ہیں رشید امجد ، آصف فرخی ، خالدہ حسین ، زاہدہ حنا کی کہانیوں میں ہمیں مذہبی ہراسانی کی صورتیں ملتی ہیں انہوں نے مذہبی ہراسانی کے موضوع کو تحریر کرتے مسجدوں، امام بارگاہوں، اور مندروں میں ہونے والی دہشت گردی کی صورتوں کو بیان کیا۔" وہ جھوٹی چھوٹی تصویری بنا کر اسے اپنے افسانوں کے کینوس پر پھیلا دیتی ہیں اور یوں ایک عام سے منظر کو اپنی کہانی کے کرداروں سے ہم آہنگ کر کے پیش کرتی ہیں۔"[۷]

اردو افسانہ نگاروں نے بنیادی انسانی حقوق کی بحالی کے لیے کام کرتے ہوئے معاشرتی نمائندگی کی ان کے ہاں سماجی جبر اور محکوم طبقے کی کہانیاں ملتی ہیں ابتدا میں عورتوں کے حقوق کے حوالے پہلا قدم تحریک شروع ہوئی جس میں بنیادی حقوق کی بحالی کا مطالبہ کیا گیا۔

خالدہ حسین کی کہانیوں میں ہمیں سماج مسائل ملتے ہیں خالدہ حسین علامتی انداز تحریر رکھتی ہیں ان کے ہاں ہمیں معاشرتی اصلاحی موضوعات ملتے ہیں۔ "خالدہ حسین کے افسانے پڑھ کر احساس ہوتا ہے کہ وہ جہاں انسان دوستی نبھاتی اور فرد کے مسائل بیان کرتیں ہیں وہ اپنے ہم عصر سیاسی مسائل سے بھی غافل نہیں ہیں۔"[۸]

"ابن آدم" اس کہانی خالدہ حسین نے دہشت گردی کے واقعات کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کیا ہے کہانی میں دہشت گرد تنظیموں کو موضوع بناتے ہوئے حمزہ اور لیلا کے کرداروں کے بارے میں بات کی ہے جو دہشت گردی کے ساتھ مل کر خودکش دھماکوں کے واقعات میں ملوث ہو جاتے ہیں اس کہانی میں مذہبی فرقوں کی وجہ سے ہونے والی ہراسانی کے واقعات کو تحریر کیا ہے۔

خودکش تنظیموں نے مسجدوں مندروں، امام بارگاہوں، محرم کے جلوسوں، خانقاہوں کو دہشت گرد تنظیموں نے نشانہ بناتے ہوئے مذہبی ہراسانی پھیلائی ان دہشت گرد تنظیموں کا کوئی دین مذہب نہیں ہوتا مسجدوں میں جمعے کے دن ہونے والے بم دھماکوں سے لاکھوں لوگ متاثر ہوئے اسی محرم کے جلسوں میں خودکش بم دھماکوں سے ہونے والے دہشت گردی سے لوگوں میں خوف و ہراس پھیلا دہشت گردی کے ان واقعات سے ملک کا معاشی مظالم بری طرح متاثر ہوا ملکی امن معاشرتی امن کی خراب سے صورتحال بے سکونی اور خوف کا سبب بنتی ہے۔

> "کسی بھی تیکنیک کے بارے میں ہی نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں تیکنیک قطعی بہتر ہے کیونکہ ایک خاص مواد ایک خاص مواد ایک خاص تیکنیک میں میں ڈھل کر زیادہ موثر ہو جاتا ہے اور اس مواد کا تیکنیک میں ڈھل جانے سے سارا اثر زائل ہو جاتا ہے پورا جمالیاتی تاثر مناسب تشکیل اور جذباتی گہرائی پیدا کرنے کے لیے ہر موضوع کو الگ الگ تیکنیک کی ضرورت ہوتی ہے۔"[۹]

خالدہ حسین کا شمار اردو کے نامور افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے انہوں نے اپنے عہد کے معاشرتی سماجی حالات کے موضوعات کو بیان کیا خالدہ حسین کے کہانیوں میں فرد سے جڑے موضوعات ملتے ہیں انہوں نے عورتوں کی زندگیوں سے جڑے مسائل پر بات کرتے ہوئے گھٹن زدہ معاشرے کے واقعات کو علامتی انداز میں بیان کیا ۔

ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

> "خالدہ حسین کی کہانی ایک عمدہ فنی پیچیدگی سے جنم لیتی ہے جن سے کئی معنوی پرتیں پیدا ہوتی ہیں بنیادی طور پر ان کا طریقہ کار خارج کے مواد کو ذات کی گہرائی میں لے جا کر ایک نیا روپ پیدا کرنے سے عبارت ہے"۔[1]

خالدہ حسین نے معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی عکاسی کرتی ہیں۔ان کے ہاں ہمیں عورتوں پر ہونے والا تشدد اور توہم پرستی سے ہونے والے ہراسانی کے موضوعات ملتے ہیں ۔اسی طرح "امتل "اور "دہان زخم "میں عورت سے سسرال میں ناروا رویہ رکھنے اور اسے طعنے دینا،نازیبہ القاب سے خوف زدہ کرنے جیسے مسائل پر بات کرتے ہوئے عورت کی زندگی کی مشکلات کو بیان کیا ہے ۔

> "ان پر دباؤ ڈالا جانے لگا وہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں عدالت کو اپنا فیصلہ واپس لینے کی درخواست دیں جیتی ہوئی جنگ ہار جائیں وہ ڈٹی رہیں نہ اپنے لیے اور نہ چند روپوں کے لیے جو عدالت عظمیٰ نے انہیں دلانے کا فیصلہ کیا تھا وہ لڑ رہی تھیں تمام عورتوں اور مسلمانوں کے لیے ہندوستان کے نادر مسلمان گھرانے عربوں کی حرم سرا بن گئے تھے سال کے سال وہ گاڑیاں بدلتے اور بیویاں بھی ۔۔۔اپنی اندھی دھند آنکھوں سے انہوں نے کتنی ہی خبریں ان مظلوم لڑکیوں کی پڑھی تھیں جو حیدر آباد، پونا ، بمبئی اور دلی میں چند ہزار کے مہر کے عوض چند دنوں یا چند ہفتوں کے لیے عرب شیوخ کی دلہن بنیں اور بھر طلاق نامہ اور گود میں نوزائیدہ بچے اٹھائے بازاروں میں بیٹھیں۔"[11]

زاہدہ حنا کا افسانہ "زمین آگ کی آسمان آگ کا "اس افسانہ کا مرکزی کردار شہنشاہ بیگم کا ہے جس کی عمر باسٹھ برس ہوتی ہے تو اسے طلاق ہو جاتی ہے جب نان نفقہ مانگتی ہے اس وقت مسلم مبلغین کی ایک پارٹی اس کے خلاف کھڑی ہو جاتی ہے۔اس کہانی میں شہنشاہ بانو اور اس جیسی عورتوں کی زندگیوں کے کرب کو موضوع بناتے ہوئے حیدر آباد، بمبئی،پونا،اور دلی کے مختلف شہروں میں بکنے والی عورتوں کی زندگیوں کے مسائل کرتی ہیں۔ ساتھ ہی عرب شیوخ جو چند دن گھر رکھنے کے لیے بھاری حق مہر کے لیے عوض نکاح کرتے ہیں کہانی میں شہنشاہ بانو جسے بچوں کی شادیاں ہو جانے کے بعد باسٹھ برس کی عمر میں طلاق دے کر گھر سے نکال دیا جاتا ہے اور جب وہ نان

نفقے کا دعویٰ کرتیں ہیں تو مسلم مبلغین بھی اس کے خلاف متحد ہو جاتے ان کے خلاف تقریریں کی جاتیں اور انہیں بے جا تنقید کا سامنا کرنا پڑتا اس کہانی میں زاہدہ حنا نے ازدواجی تعلق کے ٹوٹنے سے ہونے والے کرب، خوف کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کو موضوع بناتی ہیں ۔

"نیند کا زرد لباس "اس کہانی میں ہندوستانی معاشرے میں ہونے والے مسائل کو موضوع بناتے ہوئے سماجی مذہبی حقیقتوں کو بیان کیا گیا ہے کہانی میں عورتوں کو تعلیم کے بنیادی حق سے محروم رکھا جانے کے جیسے مسائل پر بات کی گئی ہے زاہدہ حنا خواتین کے حقوق کے لیے آواز اٹھاتے ہوئے معاشرتی مسائل کی عکاسی کرتی ہیں۔

> "آپ کے بھیجے ہوئے جہاز ہمارے لیے بسکٹ مکھن کی ٹافیاں اور رنگ برنگ تتلیاں گرا رہے تھے تو میں اور میری کئی سہیلیاں ان تتلیوں کو اٹھانے کے لیے بھاگیں، بسکٹ کے پیکٹ اور مکھن کی ٹافیاں اٹھانے والے بچ گئے تتلیاں پکڑنے والی میری دو سہیلیوں کو تتلیاں اپنے ساتھ لے گئیں۔۔ ہم نہیں جانتے تھے امریکی بچے بھی بارودی تتلیوں سے کھیلتے ہیں۔"[۱۲]

"میں نے میٹرک کیا میں خاندان کی سب سے پڑھی لکھی لڑکی ۔۔۔۔۔۔۔ بابا اس بات پر فخر کرتے ہیں لیکن قبیلے کے کئی مرد انہیں بے غیرت سمجھتے ہیں۔"[۱۳] اس کہانی میں عورتوں کو تعلیم کے حق سے محروم رکھنے اور تعلیم حاصل کرنے میں ساتھ دینے والے مردوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے معاشرتی مسائل کو تحریر کیا ہے کہانی میں کہیں صاف اور کہیں تمسخرانہ انداز میں امریکی حملوں سے ہونے والی دہشت گردی کو موضوع بناتے ہوئے کابل میں ہونے والے بم دھماکوں سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی پر بات کی گئی ہے۔

> ۔۔ عالی جناب میرا رشتے کا ایک بھائی خوب گانے سنتا تھا فلمیں دیکھتا تھا اس کے ہجرے میں ششمیتا سین ایشوریہ رائے اور کاجل کی تصویریں تھیں کہتا تھا ہالی ورڈ کا ہیرو بنوں گا وہاں بہت سے خان ہیں میں "کابل کا خان، کہلاؤں گا۔"[۱۴]

زاہدہ حنا کی کہانیوں میں ہمیں سماجی، مذہبی اور معاشی ہراسانی سے متاثر کردار ملتے ہیں انہوں نے عورتوں کو بنیادی حقوق سے محروم رکھنے اور ان پر ہونے والے تشدد کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کی

صورتوں کو بیاں کیا ۔"ہر سو رقص بسمل بود "زاہدہ حنانے کراچی شہر میں ہونے والے دہشت گردی سے ہونے والے معاشرتی خوف کو کچھ اس طرح بیان کرتی ہیں کہ : "ہر تیسرے چوتھے دن ہرتال اور ہڑتال کے نتیجے میں اٹھارہ بیس لاشیں ،بائیس لاشوں کا گرنا ایک معمول کی بات تھی اخبار وحشت ناک خبروں اور خون آلود تصویروں سے بھرے ہوئے۔"[۱۵]

زاہدہ حنا کی کہانیوں دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی کی صورتیں ملتی ہیں تتلیاں ڈھونڈنے والی اس کہانی میں معاشرتی جبر سے متاثر کردار کو بیان کرتے ہوئے ایک عورت کی کہانی بیان کی ہے "جل ہے سارا جہاں"اس کہانی میں غریب لڑکیوں پر ہونے والے ظلم و تشدد کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کرتی ہیں کہانی کہیں علامتی اور کہیں واضع انداز اپناتے ہوئے لکھتی ہیں "کم کم بہت آرام سے ہے "اس کہانی میں افغانستان میں ہونے والی دہشت گردی کو موضوع بنایا گیا ہے ۔

"عرب آئے ترک آئے چنگیز خان کی فوجیں آئیں اس نے اپنے پوتے کو بامیاں فتح کرنے کے لیے بھیجالیکن وہ لڑکا لڑائی میں کام آیا چہیتے پوتے کی موت چنگیز خان کے لیے اتنا بڑا صدمہ تھی کہ اس نے بامیان کی وادی میں کسی ایک جان دار کو جیتا نہ چھوڑنے کی سوگند کھائی، سو کوئی مرد، عورت، بچہ بوڑھا جیتانہ چھوڑا گیا۔ حد تو یہ ہے کہ ماؤں کے پیٹ چیر کر ان کے بچے نکالے گئے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے بامیاں کی گلیوں میں پھرنے والے کتے ،بلیاں، زندہ نہیں چھوڑے گئے۔"[۱۶]

آصف فرخی افسانہ نگار مترجم اور نقاد ہونے کے ساتھ باکمال انسان بھی ہیں ان کی تحریروں میں ہمیں بیانیہ انداز غالب نظر آتا ہے لیکن کہیں کہیں ان کے افسانوں میں ہمیں علامت بھی ملتی ہے ان کی تحریروں میں ہمیں بیانیہ انداز غالب نظر آتا ہے۔

آصف فرخی کے ہاں ہمیں حقیقت نگاری اور معاشرتی مسائل کی بھرپور عکاسی ملتی ہے ان کی تحریروں میں ہمیں ڈرے ہوئے خوف زدہ معاشرے کی عکاسی اور خارجی واقعات کا ایک خاص تسلسل ملتا ہے جس سے کہانی میں پوشیدہ تہ در تہ واقعات قاری کو اپنی گرفت میں لیے رکھتے ہیں جس سے قاری پر ان واقعات کا اثر تادیر رہتا ہے آصف فرخی کے افسانوں میں مختلف موضوعات ملتے لیکن چونکہ مقالہ کا موضوع یہ تقاضا کرتا ہے کہ ہراسانی کے واقعات تک محدود کیا گیا ہے اس لیے اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ آصف فرخی کا تعلق ادبی گھرانے سے ہونے کی وجہ سے انہیں ادبی وابستگی وراثت میں ملی ان کے افسانوں میں حقیقت نگاری اور بیانیہ انداز نظر آتا ہے۔ان کا تعلق

کراچی سے ہونے کی وجہ سے کراچی کے حالات اور شہر میں ہونے والے فسادات سے پھیلنے والے خوف اور دہشت کے موضوعات ملتے ہیں۔ ان کے افسانوی مجموعوں شہر ماجرا اور شہر بیتی کے افسانوں میں ہمیں معاشرتی مسائل نظر آتے ہیں۔ آصف فرخی کے ہاں معاشرتی بد امنی اور آئے دن ہر تالوں سے ہونے والے معاشرتی خوف دو کانوں میں ہونے والی لوٹ مار ہر تالوں سے ہونے والے مسائل اور اس کے علاوہ تعلیمی اداروں کے بند ہونے سے متاثر افراد کی زندگی کے واقعات شامل ہیں ۔ ان کی تحریروں میں معاشرتی ہراسانی کے واقعات اور حقیقت سے قریب جیتے جاگتے کردار نظر آتے ہیں ان کی تحریروں میں ہمیں بیانیہ انداز غالب نظر آتا ہے لیکن کہیں کہیں گہری علامت نگاری بھی نظر آتی ہے ۔ آصف فرخی کے افسانوں میں ہمیں بات کو قاری تک پہنچانے کا الگ انداز ملتا ہے ان کا تعلق کراچی سے ہونے کی وجہ ان کے افسانوں میں ہمیں معاشرتی کرب کے مسائل اور بیانیہ انداز غالب نظر آتا ہے ان کے افسانوں میں ہمیں معاشرتی دہشت گردی سے متاثر کردار ملتے ہیں۔

ان کی کہانیوں میں کراچی میں سر عام فائرنگ اور دہشت گردی اور فائرنگ سے پھیلنے والا خوف سے متاثر کردار ایسے نظر آتے ہیں جیسے اپنا نوحہ بیان کر رہے ہوں اور لاوارث لاشیں اور حقیقت سے قریب جیتے جاگتے کردار نظر آتے ہیں ان کی تحریروں میں ہمیں بیانیہ انداز غالب نظر آتا ہے لیکن کہیں کہیں گہری علامت بھی نظر آتی ہے آصف فرخی کے افسانوں میں ہمیں بات کو قاری تک پہنچنے کا الگ انداز ملتا ہے ان کا تعلق کراچی سے ہونے کی وجہ ان کے افسانوں میں ہمیں معاشرتی کرب کے مسائل اور بیانیہ انداز غالب نظر آتا ہے۔

د۔ سماجی فرقہ ورایت سے ہونے والی ہراسانی :

افسانہ" صلاۃ الخوف، اس کہانی میں معاشرتی بد امنی سے ہونے والے منفی اثرات کو تحریر کرتے ہیں ۔ مصنف نے ایک خاندان کے مختلف کرداروں کو موضوع بناتے ہوئے مسجدوں اور مذہبی مقامات پر ہونے والے بم دھماکوں سے متاثر لوگوں کے مسائل کو موضوع بنایا ہے جو مذہب کو بنیاد بنا کر عام لوگوں کی زندگیوں کو اپنے مفاد ات کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں کہانی میں فلش بیک تیکنیک کا استعمال کرتے ہو فرخ آباد میں ہونے والے ہندو مسلم فسادات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ اس وقت بھی اس حد تک خطرناک نوبت نہیں آئی تھی کہ لوگ باجماعت نماز بھی نہ پڑھ سکتے ہیں۔ جیسے ہی کہانی آگے بڑھتی ہے کہانی میں مذہبی فسادات اور دہشت گردی سے متاثر عام انسانوں کے مسائل کو موضوع بناتے ہوئے مسجدوں اور امام بار گاہوں میں ہونے والے حملوں کے بارے میں بات کی گئی ہے کہ کس طرح مسجدوں اور امام بار گاہوں میں مذہبی فرقہ واریت کو بنیاد بنا کر انسانوں کی زندگیوں سے کھیلا

جارہا اور ان فسادات سے ہونے والا خوف لوگوں کے ذہنوں پر اس حد تک سرائیت کر چکا ہے کہ لوگ عید کی نماز تک پڑھنے مسجدوں میں نہیں جاسکتے آئے دن کے ہنگاموں سے مسجدیں امام بارگاہیں ،اور دوسرے مذہبی مقامات کچھ بھی محفوظ نہیں ہیں کہانی میں اچھے خالو کے کردار کے ذریعے شہر میں ہونیوالی ہر تالوں اور گروپس کو بھی موضوع بنایا گیا۔ جو امن قائم کرنے کے لیے بازو پر یاد پٹی باندھے نکلتے اور امن کے جھنڈے لہراتے ہیں۔ جیسے ہی کہانی میں ثمینہ اور فاروق کا کردار شامل ہوتا ہے اس کے ساتھ ہی کہانی میں علامتی انداز اور گنتی کا استعمال کرتے ہوئے گزشتہ تمام تاریخی وسیاسی دہشت گردی کے معاملات کی طرف اشارہ کیا گیا۔

> "آزادی کی تاریخ یاد ہے ثمینہ بیٹی ؟ثمینہ گڑبڑا گئی۔ ارے بھئی پاکستان کب بنا تھا؟ اچھے خالو نے سوال دہرایا۔ جی فورٹی سیون میں ،ثمینہ نے جواب دیا۔ اچھا تو فور اور سیون کتنے ہوئے ؟اچھے خالو نے پوچھا۔ گیارہ ثمینہ کو یہ سوال آسان معلوم ہوا۔ تو پھر فورٹی سیون میں گیارہ جوڑ دو ،اچھے خالو ایک ایک قدم آگے بڑھ رہے تھے۔ ففٹی ایٹ ثمینہ نے فرماں بردار لڑکی کی طرح جواب دیا۔ ففٹی ایٹ میں کیا ہوا تھا؟ یاد ہے ثمینہ نے سر ہلا دیا۔ پھر فائیو اور ایٹ جوڑ کر بتاؤ ،اچھے خالو حساب میں ماہر لگ رہے تھے ۔ تیرہ ففٹی ایٹ میں تیرہ جمع کر دو ۔ سیونٹی ون ثمینہ کا حساب بھی برا نہیں تھا۔ سیونٹی ون میں یاد ہے کیا ہوا تھا؟ اچھے خالو نے اس کے چہرے پر کوئی تاثر تلاش کرنا چاہا تھا۔ وہ بھی کوئی بھولنے کی بات ہے اچھے خالو ؟ثمینہ نے الٹا سوال کر دیا۔ تو پھر سیون اور ون جوڑ لو اچھے خالو نے کہا۔ اور اسے سیونٹی ون میں جمع کر دو ثمینہ کچھ سمجھ رہی تھی۔ کیا بنا؟ سیونٹی نائن ۔۔۔ سیونٹی نائن ،سیونٹی۔ نائن میں کیا ہوا تھا؟ ارے ہاں پھانسی ۔ وہ سیونٹی نائن میں ہوئی تھی ناں ؟اچھے خالو نے سوال کا جواب دینے کے بجائے دوسرا سوال پوچھ لیا۔ تو سات اور نو جوڑو ؟ یہ ہو گئے جیسکسٹین ۔ ثمینہ بھی جیسے ان کی انگلی تھامے ایک ایک قدم اٹھا رہی تھی تو سیونٹی نان میں جوڑ دو ،اچھے خالو نے فاتحانہ انداز میں ترپ کا پتا پھینکا۔"[۱۷]

کہانی میں علامتی انداز اپناتے ہوئے ملک کے حالات کے پیچھے سیاسی پست پناہی کا ذکر بھی کیا گیا اور ملکی تاریخ کے بدترین مارشل لا سے ہونے والے واقعات کا علامتی انداز میں ذکر کیا گیا جیسے ۱۹۵۸ء کا ذکر کر کے سکندر مرزا کے دور میں لگنے والے پہلے مارشل لا جو سات اکتوبر کو لگایا گیا جیسے پاکستان کی تاریخ بدترین مارشل لا کہا جاتا ہے

اس کے متعلق بات کی گئی اس طرح کہانی میں پرچیوں کو علامت بناتے ہوئے بھتا پرچی اور اس خوف کی بات کی گئی تھی۔

جو کسی بھی تاجر یا کاروباری افراد کے گھر، دفتر یا دکان سے ملتی جس کے بعد سب کو سانپ سونگھ جاتا، چونکہ کراچی میں دہشت گردی سے ہونے والے واقعات میں پرچی پر نام لکھ کر پیسوں اور نہ ملنے پر اس فرد کی بوری بند لاشوں کے واقعات بھی معمول بن گئے تھے اس کہانی میں معاشرتی بدامنی سے ہونے والے منفی اثرات کو تحریر کیا گیا ہے مصنف نے ایک خاندان کے مختلف کرداروں کو موضوع بناتے ہوئے مسجدوں اور دوسری مذہبی مقامات پر ہونے والے بم دھماکوں سے متاثر لوگوں کے مسائل کو موضوع بنایا ہے جو مذہب کو بنیاد بنا کر عام لوگوں کی زندگیوں کو اپنے مفادات کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں کہانی میں فلش بیک تیکنیک کا استعمال کرتے ہو فرخ آباد میں ہونے والے ہندو مسلم فسادات کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ اس وقت بھی اس حد تک خطرناک نوبت نہیں آئی تھی کہ کوئی باجماعت نماز بھی نہ پڑھ سکے۔

جیسے جیسے کہانی آگے بڑھتی ہے کہانی میں مذہبی فسادات اور دہشت گردی سے متاثر عام انسانوں کے مسائل کو موضوع بناتے ہوئے مسجدوں اور امام بارگاہوں میں ہونے والے حملوں کے بارے میں بات کی گئی ۔ کہ کس طرح مسجدوں اور امام بارگاہوں میں مذہبی فرقہ واریت کو بنیاد بنا کر انسانوں کی زندگیوں سے کھیلا جا رہا ہے اور ان فسادات سے ہونے والا خوف لوگوں کے ذہنوں پر اس حد تک سرائیت کر چکا ہے۔"شہر بین "آصف فرخی کا یہ افسانہ بھی کراچی میں ہونے والی دہشتگردی گردی اور خوف وہراس کی فضا پر مبنی ہے انہوں نے اس افسانے میں سر عام ہونے والی دہشت گردی کے واقعات کی عکاسی کرتے ہوئے معاشرتی دہشت گردی سے ہونی والی بدامنی اور گولیوں کی گونج سے ہونے خوف وہراس کو تحریر کیا ہے اور بے حس معاشرتی رویے کو موضوع بنایا جس میں انسان اپنے مفاد کی خاطر دوسرے انسان کی نہ صرف جان لیتا ہے بلکہ اس کا وحشیانہ پن اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ لاشوں تک کو مسخ کر دیا جاتا ہے کہانی کی ابتدا میں مصنف نے بہت دلچسپ اور علامتی انداز اپناتے ہوئے کہانی کچھ یوں تحریر کرتے ہیں کہ:

> "میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔ میں نے اس کی طرف نہیں دیکھا میں نے
> کھردرے کاغذ پر ادھوری خبر کی طرف بھی نہیں میں اس دھبے کی طرف دیکھ رہا تھا کاغذ میں
> سیاہی جذب ہونے سے دھبا پھیل کر بڑا ہو رہا تھا چاہا کہ انگلی کی پور سے اسے چھو کر دیکھوں کہ

کتنا گاڑھا ہے پھر خیال آیا کہ خبر پوری ہونے کے لیے سر پر سوار ہے میں نے سر جھٹکا دیا اور کلپ لگے ہوئے کاغذوں کا دستہ گود میں رکھ کر خبر لکھنے لگا۔"[۱۸]

کہانی میں تجریدی انداز اپناتے ہوئے سیاہی کے دھبے کی صورت میں دکھاتے ہیں جو پھیل کر بڑا ہوتا جا رہا ہے کہانی ایک خاص تسلسل سے آگے بڑھاتے ہوتے ملیر کے سیکٹر ۱۵ میں پیلی ٹیکسی میں سوار مسلح افراد کی اندھا دھند فائرنگ سے ہلاک ہونے والے سات افراد اور دس زخمی ہونے کے افسوس ناک واقعے سے ہونے والی دہشت گردی معاشرتی خوف کی تفصیل کچھ یوں بیان کرتے ہیں کہ :

"کراچی اسٹاف رپوٹر مختلف علاقوں میں مسلح افراد کی فائرنگ سے ایک عورت سمیت سات افراد ہلاک اور دس زخمی ہوگئے تفصیلات کے مطابق ملیر سیکٹر ۱۵ میں موٹر میکینک کی دکان پر پیلی ٹیکسی میں آنے والے افراد کی اندھا دھند فائرنگ ۲۵ سالہ عابد اور ۶۵ سالہ نبی ہلاک اور محمد حمید اختر اور سید محمد رضا زخمی ہو گئے جو فائرنگ کے وقت میکینک کی ورکشاپ پر گاڑیوں کی مرمت کے سلسلے میں موجود تھے فائرنگ سے علاقے میں بھگدڑ مچ گئی تاہم مسلح افراد ٹیکسی میں بیٹھ کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگئے۔"[۱۹]

کہانی میں اچانک اندھا دھند فائرنگ سے ہونے والی ہلاکتوں اور بھگدڑ مچنے سے لوگوں میں پھیلنے والی خوف کی لہر کو بیان کیا گیا اس واقعے کے بعد پولیس کو اطلاع دینے کے باوجود ایک گھنٹہ تک موقع واردات تک پر پہنچنے میں تاخیر اور غیر ذمہ داری کا ذکر بھی کیا گیا ۔اور زخمیوں ایدھی ایمبولینس کے ذریعے جناح اسپتال لے جایا گیا اس کے بعد پولیس اور رینجرز کے گشت کے بعد حالت قابو میں آگئے ۔کہانی میں تہ در تہ دہشت گردی کے واقعات کا بیان کرتے ہوئے کورنگی سیکٹر 35 میں ہونے والے دہشت گردی کے سانحے کو تحریر کیا ہے۔

جس میں کار سوار افراد کی فائرنگ سے مسماۃ مہنگی ہلاک ہوگئی جو پانچ ماہ کی جو جھونپڑی کی بستی رہتی اور غبارے بیچتی تھی اس کے غریب گھر والوں ے پوسٹ مارٹم کی اجازت نہ دی تھی لیکن پولیس اہلکاروں کا کہنا تھا کہ اسنائپر شوٹنگ کی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے اس واقعے کے بعد ہمیں اسی کہانی میں جمشید روڈ میں بدھ کے دن ہونے والے سانحے کا ذکر بھی ملتا ہے جس میں سفید سوزوکی کار میں حکیم دین کی لاش ملنے کے واقعے کو بھی بیان کیا گیا ہے اسی طرح کہانی میں معاشرتی ہراسانی کے واقعات کو تحریر کرتے ہیں۔اور ایم اے جناح روڈ پر ہونے والی فائرنگ سے دو افراد زخمی ہونے کی خبر اور کورنگی کے علاقے سے دو دن قبل ملنے والی لاش کا ذکر بھی ملتا ہے جسے کے لواحقین کو پولیس تلاش کر

رہی ہے کہانی میں مسلسل فائرنگ سے ہونے والے واقعات کے ساتھ شہر میں ہونے والی ہلاکتوں اور زخمیوں اور اندھا دھند فائرنگ سے ہونے والے خوف وہراس کو تحریر کیا گیا ہے ۔

آصف فرخی تسلسل قائم رکھنے کے کو علامتی انداز میں آگے بڑھاتے ہیں اسی کے ساتھ ہی رینجرز پولیس کا کورنگی میں رات کو محاصرہ کرنے اور بند مکانات کی تلاشی کے بعد وہاں سے ملنے والے اسلحے اور مشتبہ افراد کو گرفتار کرنے کی تفصیل بیان کی گئی کہانی میں علامتی انداز اپناتے ہوئے ہیں لکھتے ہیں یہاں ایک ایسا فرضی کردار نظر آتا ہے جو واقعات کی متعلق معلومات فراہم کرتا ہے کہانی میں ان خبروں کے بارے میں بات کی گئی ہے جو محض خانہ پوری کے لیے تحریر کی جاتی ہیں۔

ان میں وہی لکھا جاتا ہے جو بتایا جاتا ہے کہ شہر کے حالات معمول پر ہیں اور حالیہ دہشت گردی کے واقعات سے ہونے والے خوف وہراس کے پیچھے غیر ملکی ایجنسیاں ہیں ۔اس کے ساتھ ہی اخباروں میں لکھی گئی خبریں جن سے محض اخبار کے کالموں کی شہ سرخیاں بنائی جاتی ہیں جن میں قتل ،سیاسی بیانات اور محاصرے کے واقعات درج کیے جاتے ہیں کہانی کے آخر میں کورنگی ڈی ایریا میں ہونے والے قتل کے واقعے کو خاندانی دشمنی کی وجہ قرار دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی بتایا گیا کہ ان دونوں گروہوں کا تعلق کسی لسانی تنظیم سے نہیں تھا۔اس کہانی میں آصف فرخی نے دہشت گردی کے واقعات کے ساتھ علامتی انداز میں کراچی میں ہونے والی لسانی تنظیموں کے جھگڑوں کے بارے میں بھی بات کی ہے کہانی میں معاشرتی عکاسی اور خارجی واقعات کا ایک خاص تسلسل ملتا ہے جس سے کہانی میں پوشیدہ واقعات قاری کو اپنی گرفت میں لیے رکھتے ہیں۔

طاہرہ اقبال نے محکوم طبقے سے رکھے جانے والے منفی رویوں اور رسوم ورواج کی بھینٹ چڑھائے جانے والے نچلے طبقے کی کہانیوں کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی مسائل بیان کیے اگر محکوم طبقے کی معاشرتی حثیت کو دیکھتے ہوئے اردو افسانہ نگاروں کے موضوعات کا جائزہ لیا جائے تو انہوں نے خواتین کو بنیادی حقوق دلانے کے لیے آواز اٹھائی۔ طاہرہ اقبال کی کہانیوں میں جاگیر دارانہ نظام سے ہونے والی دہشت سے والے خوف زدہ لوگوں کے واقعات ملتے ہی ان کے افسانہ کے بنیادی کرداروں میں معاشرتی طنز نظر آتا ہے انہوں نے معاشرتی جاگیر درانہ ظلم کا شکار عورتوں کے مسائل کو بیان کرتے ہوئے جاگیر دارانہ نظام میں ہونے والی ناانصافیوں کی عکاسی کی ان کی کہانی ”شب خون، میں صنفی ہراسانی کے شکار معاشرے کی نشاندہی کی گئی ہے طاہرہ اقبال کی کہانیوں میں معاشرتی ہراسانی کا شکار عورتوں سے متاثر کردار ملتے ہیں۔ طاہرہ اقبال کی کہانی میں معاشرتی توہم پرست رسومات اور بے جوڑ، وٹہ سٹہ

کی شادیوں کے موضوعات ملتے ہیں ان کے ہاں دیہی مسائل میں گھری ہوئی عورتوں کے مسائل اور ظلم کا نشانہ بننے والی ،باندیوں کی زندگیوں کے واقعات ملتے ہیں۔ جنھیں بے موت مار دیا جاتا ہے انہوں نے وڈیروں کے ظلم اور زیادتیوں کا نشانہ بننے والی سہمی ہوئی عورتوں کی کہانیاں لکھیں انہوں نے معاشرتی ظلم کا نشانہ بننے والوں کی زندگیوں کے واقعات موضوع بناتے ہوئے معاشرتی کرداروں پر بات کرتی ہیں۔ ان کی کہانیوں میں سماجی جبر اور معاشرتی ہراسانی کی صورتیں ملتی ہیں ان کے ہاں ہمیں مختلف موضوعات ملتے جن میں ان کی کہانیوں میں جاگیردرانہ نظام کے خلاف مذحمت اور آمریت کے خلاف احتجاج ملتا ہے۔

طاہرہ اقبال نے جاگیردارانہ طبقوں کے ظلم ،ملکانیوں کے کردار اور ان کی مکاریوں کو موضوع بناتے ہوئے زندگی کی تلخ حقیقتوں کو واضع انداز میں بیان کیا۔ ان کے ہاں مظلوم خانہ بدوش لوگوں کی کہانیاں ملتی ہیں طاہرہ اقبال کے ہاں دیہی ماحول میں ہونے والی زیادتیوں سے متاثر کردار ہیں انہوں نے عورت پر ہونے والے جبر کی صورتوں کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگار گہری عکاسی کی۔

طاہرہ اقبال کی کہانیوں میں دیہی مسائل عورتوں کے حقوق کے بارے میں لکھی جانے والی کہانیاں ملتی ہیں ان کے ہاں ظلم کا نشانہ بننے والی عورتوں اور جاگیردرانہ نظام میں نچلے طبقے پر ہونے والے جبر جیسے معاشرتی مسائل ملتے ہیں۔

> ”یہاں کسی ایجاد کو گھسنے نہیں دیا گیا نہ ٹیلی ویژن نہ ٹیلی فون نہ کالج نہ یونی ورسٹی اگر یہ ڈھائی
> تین نفوس پر مشتمل قدیم کلچر جدید ترقیوں سے ہم آہنگ ہو گیا تو پھر اپنی نوعیت کے واحد
> جیتے جاگتے سانس لیتے،اس عجائب میں کون آئے گا۔“[۲۰]

طاہرہ اقبال نے نہ صرف عورتوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی بلکہ ان کا ساتھ بھی دیا انہوں نے عورتوں پر ہونے والے ذہنی وجسمانی تشدد کی صورتوں کو کہانیوں میں پیش کرتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کیا ان کی کہانیوں میں ہمیں جنسی تشدد، جبری مشقت جاگیردرانہ نظام میں محکوم طبقے پر ہونے والے تشدد جیسے مسائل ملتے ہیں انہوں نے جاگیرداروں، وڈیروں کے ظلم اور زیادتیوں کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی ظلم اور زیادتیوں کو بے نقاب کیا طاہرہ اقبال نے حویلیوں میں سہمی ہوئی عورتوں کی دبی ہوئی آوازوں کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کو بیان کیا ”شب خون جاگیراروں کے گھروں میں خواتین کو تشدد کر کے ہراساں کیا“ جاتا رہا ہے اور اسی طرح ظلم کا نشانہ بناتے ہوئے کسی ایک کے نصیب میں زہر پلا کر موت لکھ دی جاتی ہے اور باقی سب عورتیں اس خوف سے ہراساں رہتی ہیں۔

"طاہرہ اقبال کے افسانے پڑھتے ہوئے انسانی معاشرے کے مقدس رشتوں کی ابدیت اور اس کے کمزور ہوتے ناتے بار بار سامنے آتے ہیں۔ عورت کی کمزوری طاہرہ اقبال کی بھی کمزوری ہے۔ مگر اس کی کمزوری کو انہوں نے جس طرح پیش کیا ہے اس میں نہ تو جانب داری ہے ا ور ن ہ ک س ی ک ی چ ی خ و پ ک ا ر ک ی گ ن ج ا ئ ش ب ل ک ہ یہ تو زندگی کے جبر اور سنگ دلی کا ایک اظہار ہے"[21]

"اسے ذہن نشین کروادو کہ اس خاندان کی لڑکی کا جوڑا خدا پیدا ہی نہیں کرتا یہ اس جاگیر کی حفاظت پر قربان ہونے کے لیے پیدا ہوتی ہیں۔"[22]

"مگنے کا ڈھنگ نہیں آتا کم ذات کو۔۔۔ اس رونی صورت پر کسی کو رحم نہیں آتا۔۔۔ آنکھ پھوڑ دوں گا۔۔ انگلیاں توڑ دوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جلدی واپس آ مجھے رات کا بھی فاقہ ہے لڑکا چھوٹے چھوٹے غلیظ ہاتھوں میں المونیم کا ٹیرنا میڑھا کٹورا لیے دوسرے بھیک منگوں کے ساتھ بستی چلا گیا۔"[23]

اس کہانی میں پیشہ ور بھیک مانگنے والے گروہوں کے ظلم کو بیان کرتے ہوئے جنسی ہراسانی کو موضوع بنایا ہے جو بچوں کو اغوا کر کے انہیں بھیک مانگنے پر لگا دیتے ہیں طاہرہ اقبال اس کہا نی میں معاشرتی مسائل کی عکاسی کرتے ہوئے عورتوں پر ہونے والے ظلم کو کچھ اس طرح تحریر کرتی ہیں کہ: "مر گئی کم ذات ذرا سی بیمار کیا پڑی نازک مزاج اب میں کیا اس کی لاش بیچ کر بیاہ کروں گا۔"[24] اس کہانی جاگیر دانہ نظام میں خواتین پر ہونے والے جبر پر بات کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کو بیان کیا گیا کہانی میں رابعہ اور اس جیسی نہ جانے کتنی عورتوں جنہیں جاگیروں کی خاطر موت کی نید سلا دیا جاتا ہے "بھوک بھنور" طاہرہ اقبال نے اس کہانی میں علامتی انداز اپناتے ہوئے پیشہ ور بھیک مانگنے والوں کے ظلم کا نشانہ بننے والوں کی کہانیوں کو موضوع بنایا گیا ہے۔

جاگیر دارنہ نظام میں ہونے والے مسائل کو تحریر کرتے ہوئے محکوم طبقے پر ڈھائے جانے والے مظالم سے ہونے والی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کرتی ہیں ان کی کہانیوں میں ہمیں جاگیر درانہ نظام میں عورتوں کے ساتھ ہونے والا ناروا سلوک، وٹہ سٹہ کی شادیوں سے ہونے والے واقعات اور فرسودہ توہم پرست روئیوں سے ہونے والی ہراسانی اور محکوم طبقے سے ہوئے والی انصافیوں جیسے مسائل ملتے ہیں طاہرہ اقبال نے صنفی ہراسانی کی صورتوں کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی مسائل کو بیان کیا۔

"گھم گھم مدھانی "اور افسانہ "عزت" میں طاہرہ اقبال نے سسرال میں عورت پر ہونے والے جنسی اور نفسیاتی تشدد سے ہونے والے ہراسانی کو تحریر کیا ہے اسی طرح ان کی کہانی "جوڑا گھوڑا" میں بے جوڑ شادیوں سے

ہونے والے معاشرتی مسائل پر بات کی گئی ہے طاہرہ اقبال نے صنفی ہراسانی کے مسائل کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی حقائق کو بیان کیا ان کے ہاں سماجی مسائل کثرت سے ملتے ہیں ان کے افسانوں میں زمیندار طبقے میں ہونے والے مظالم ،عورتوں پر ہونے والا جبر اور معاشرتی ناانصافی جیسے موضوعات ملتے ہیں۔ ''گندا کیڑا ''طاہرہ اقبال نے اس کہانی میں گندا کیڑا کا علامت بناتے ہوئے گھٹن زدہ معاشرے کے مسائل کو بیان کیا ۔

طاہرہ اقبال نے معاشرتی ظلم اور جبری مشقت کے موضوعات کو تحریر کرتے ہوئے ظلم کی چکی میں پسنے والوں کی زندگیوں کے مسائل کچھ اس طرح سے تحریر کرتی ہیں ''سوہنی ''اس کہانی میں ذات برادری کے جگڑوں کو موضوع بناتے ہوئے سوہنی جوزبردستی کی شادی کے خلاف بغاوت کر کے جلال کے ساتھ گھر چھوڑ کر نکاح کر لیتی ہے لیکن شادی کے بعد اسے طعنوں تشنوں سے چھلنی کر دیا جاتا ہے اور اسے یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ وہ دشمن قبیلے سے تعلق رکھتی ہے اسی طرح ان کی کہانی ''غلاما''میں طاہرہ اقبال نے علامتی انداز اپناتے ہوئے غلامے کی صورت مظلوموں کی کہانی بیان کی ہے جسے جاگیرداروں کے ظلم و ستم کا شکار بنا کر انسانیت کی تذلیل کی جاتی ہے کہانی میں محکوم طبقے کی زندگیوں کے کرب اور بے بسی کو تحریر کرتے ہوئے گاؤں کے ہاری غلامے کی کہانی بیان کی گئی ہے جسے جاگیردار اپنے مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں ۔

> ''غلامے کی سیاہ مہیب چٹان ٹرخ کر گری جیسے جیسے کوئلے کی کان منہدم ہوتی ہے جیسے بھاٹی میں ابلتے لک کا سیال بہہ نکلا چیختے دھاڑتے مرد گھٹنوں گھٹنوں تپتی ریت میں دھنستے غلامے پر گھونسوں اور ٹھڈوں سے ٹوٹ پڑے اوئے کالے خچر کی اولاد تھوڑی دیر اور خنزیر کی اولاد تھوڑی دیر اور کھڑا رہتا تو مینہ برسنے کو ہی تھا ۔''[۲۵]

طاہرہ اقبال کی کہانیوں میں جاگیرداروں کے ظلم و ستم اور تشدد سے متاثر کردار ملتے ہیں انہوں نے عورتوں کے حقوق پر بات کرتے ہوئے دیہی معاشرے میں ہونے والے ظلم اور زیادتیوں پر بات کی اور عورتوں کے مسائل بیان کیے انہوں نے دیہی رسم و رواج ،طبقاتی تفریق اور جاگیردرانہ نظام میں ہونے والے ظلم کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کیا ۔کراچی جسے روشنیوں کا شہر کہا جاتا تھا اسے سیاسی اور لسانی گروہی مسائل نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا مبین مرزا اس شہر کا نوحہ بیان کرتے ہوئے معاشرتی حالات کی عکاسی کرتے ہیں ۔خوف کے آسمان تلے ،دام وحشت ،سفید پردہ ان افسانوں میں سرعام ہونے والی فائرنگ اور سیاسی اور لسانی گروہی فسادات سے ہونے والی ہراسانی کے واقعات کو موضوع بناتے ہوئے شہر میں بسنے والے لوگوں کے المیہ کو بیان کیا گیا ہے کراچی میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات سے ہر طبقہ بری طرح متاثر ہوا اسی طرح دن دہاڑے ہونے والی فائرنگ اور آئے دن بم دھماکوں سے ہونے والی دہشت گردی سے عبادت گاہوں کو بھی مفادات کی بھینٹ چڑھایا

گیا ۔ مبین مرزا معاشرتی تلخ حقائق کی عکاسی کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی تصویر کشی کرتے ہیں اس افسانے میں انہوں نے ہراسانی سے متاثر افراد کے بارے میں بات کرتے ہوئے شہر کی معاشرتی صورت حال کو موضوع بنایاہے ۔

افسانہ "دام وحشت " اس کہانی میں مبین مرزا نے علامتی انداز اپناتے ہوئے مذہبی عبادت گاہوں میں ہونے والے سیاسی گروہی مسائل کو موضوع بنایاہے اس کہانی کے شروع میں گیارہ ستمبر کے واقعے کو علامتی انداز میں یوں تحریر کرتے ہیں کہ :

> "امریکا میں گیارہ ستمبر کو ورلڈ ٹریڈ ٹاور کے واقعے کے بعد جس طرح دنیا کے حالات تبدیل ہوئے تھے ان کو دیکھتے اور سمجھتے ہوئے اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اب گرین کارڈ لے ہی لینا چاہیے۔ "[۲۶]

اس کہانی میں نائن الیون کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے المناک واقعہ کو بیان کیا گیا ہے جسے تاریخ میں گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس دہشت گردی کے واقعہ نے جہاں ساری دنیا کو جنجھوڑ کر رکھ دیا وہاں ایسے ہونے والے واقعات سے معاشرتی ہراسانی میں بھی اضافہ ہوا اسی طرح کہانی میں مذہبی عبادات گاہوں میں ہونے والے بم دھماکوں، اور خود کش حملوں کے خوف سے متاثر افراد کے کرب کو تحریر کرتے ہیں۔ مبین مرزا نے اس کہانی میں دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی کے مسائل کے ساتھ معاشرتی حقیقت نگاری پر بھی بات کی ہے اسی طرح میڈیا پر نشر ہونے والے دہشت گردی کے واقعات سے خوف زدہ افرد کی زندگیوں پر ہونے والے اثرات کو بھی موضوع بنایا گیا ہے میڈیا پر نشر ہونے والی ایسی خبریں جہاں عام عوام کو معاشرتی حقیقت سے روشناس کرواتی ہیں وہاں آئے دن ہونے ولی ہرتالوں اور سیاسی ہنگاموں کی خبروں سے خوف وہراس میں اضافہ بھی ہوتا ہے مبین مرزا نے اس کہانی میں معاشرتی حالات کی عکاسی کرتے ہوئے دہشت گردی سے متاثر کراچی اور اس جیسے کئی علاقوں کی المناک کہانی کو بیان کرتے ہیں ان افسانوں میں مبین مرزا سیاسی گروہی مسائل کو تحریر کرتے ہوئے کراچی شہر کا نوحہ بیان کرتے ہیں کراچی شہر میں سر عام ہونے والی لوٹ مار اور دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی کے خوف کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی موضوعات کو تحریر کرتے ہیں ۔"دام وحشت "مبین مرزا نے اس کہانی میں مسجدوں میں ہونے والے خود کش دھماکوں سے خوفزدہ لوگوں کی زندگیوں کے تلخ حقائق کو تحریر کرتے ہیں۔

”وہ واقعی مشکوک لگ رہا تھا اس کا لمبا سفید چوغہ، سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ، گھنی داڑھی، سرخ و سفید چہرہ اور چہرے پر پوری طرح سجا ہوا اعتماد ایک ایک چیز سب کچھ مشکوک لگ رہا تھا یہ آدمی ضرور اپنے جسم کے ساتھ بم باندھے بیٹھا ہو گا۔ “[۲۷]

یہ ایک ایسے انسان کی کہانی ہے جو مذہبی فرقہ ورانہ فسادات سے اس حد تک خوفزدہ ہے کہ اسے مسجد میں سفید چوغہ پہنے آدمی کو دیکھ کر بھی خوف آتا ہے کہ کہیں یہ خود کش بمبار نہ ہو۔ اس کہانی میں شیخ سخاوت کے کردار کے ذریعے مسجدوں میں ہونے والے بم دھماکوں سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی کو علامتی انداز میں بیان کیا ہے مبین مرزا نے معاشرتی تلخ حقائق کی عکاسی کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری تصویر کشی کرتے ہیں اس افسانے میں انہوں نے ہراسانی سے متاثر افراد کے بارے میں بات کرتے ہوئے شہر کی معاشرتی صورت حال کو موضوع بنایا ہے مبین مرزا معاشرتی گروہی فسادات اور دہشت گردی سے ہونے والے خوف و ہراس کو بیاں کرتے ہیں۔

”بے خواب پلکوں پر ٹھہری رات “اس کہانی میں معاشرتی ہراسانی کے واقعات پر بات کرتے ہوئے سماجی حقیقتوں کو بیان کیا گیا ہے شیخ تنویر کے بیٹے اقبال کی کہانی کو موضوع بناتے ہوئے فسادات سے ہونے والی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کیا۔ ”تنویر احمد کا خاندان جس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا ۔۔کہ ان کے گھر چھاپے مارے جا سکتے ہیں انہیں بھی پاکستانیوں کو پناہ دینے کے الزام میں گولی مار دیتے۔“[۲۸]

اس کہانی میں تنویر احمد کے بیٹے اقبال کے کردار کے ذریعے معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کو تحریر کیا انہوں نے تقسیم بنگال سے ہونے والے معاشرتی مسائل کو موضوع بناتے ہوئے مکتی باہنی جیسی تنظیموں کے خوف سے ہونے والی ہراسانی کو بیان کیا ہے۔ ”مکتی باہنی والے بابوزی اودھم کرنے نکلے ہیں۔۔۔۔ خون خرابا مچا ہے سہر میں۔ “[۲۹]
ان تمام افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں ہراساں کئے جانے والے موضوعات کی مختلف صورتوں کی نہ صرف نشاندہی کی بلکہ اپنے قاری کو یہ بھی بتایا کہ مرد ہو یا عورت دونوں ہی ان مسائل کا شکار ہیں۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ صرف عورت ہی ان تمام مسائل کی زد میں ہیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ مرد یا عورت دونوں ہی کو ان مسائل کا سامنا ہے۔ طبقاتی ہراسانی ہو یا معاشی ہراسانی بہت سے لوگ فرقہ وارانہ منافرت پھیلا کر لوگوں کو خوف و ہراس

میں مبتلا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ ملک دشمن اور یہ ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں۔ یہ بات بھی بہت حد تک درست ہے کہ صنفی لحاظ سے مرد کی نسبت خواتین کو زیادہ مسائل کا سامنا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ منشایاد آخری افسانہ پناہ ،۱۹۷۸ء مشمولہ ماس اور مٹی، ماڈرن بک ڈیپو اسلام آباد سن اشاعت ۱۹۸۰ء، ص۸ ۱۲

۲۔ منشایاد، فاختہ تو پاگل تھی، مشمولہ ایک کنکر ٹھہرے پانی میں، اسلام آباد دوست پبلی کیشنز، سن اشاعت ۲۰۱۰ء، ص۹۰

۳۔ ممتاز مفتی، وقت سمندر، پس ورق، ص ۱۳۲

۴۔ فرمان فتح پوری، مثال پبلشر ز اسلام آباد ،۱۹۸۰ء، ص

۵۔ رشید امجد، ڈاکٹر، ست رنگے پرندے کے تعاقب میں، مشمولہ، الجھاؤ، حرف اکادمی راولپنڈی، سن اشاعت ۲۰۰۲ء،
ص۱۸۱

۶۔ بشیر سیفی، رشید امجد کی افسانہ نگاری، مشمولہ تنقیدی مطالعے ،نذیر سنز لاہور، ۲۰۱۹ء ، ص۱۲۰

۷۔ خالدہ حسین، شخصیت اور فن، بی بی امینہ ، پاکستانی ادب کے معمار، اکادمی ادبیات پاکستان، سن اشاعت ۲۰۱۶ء، ص۹۶

۸۔ فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب و تیکنیک کے تجربات، پورب اکادمی اسلام آباد، سن اشاعت ۲۰۰۷ء،
ص ۱۸

۹۔ رشید امجد، ڈاکٹر، دکھ ایک چڑیا ہے، نیشنل بک فاونڈیشن اسلام آباد سن اشاعت، ۲۰۱۷ء، ص ۱۲۱

۱۰۔ رشید امجد، ڈاکٹر، رویے اور شناختیں، مقبول اکیڈمی لاہور، ۱۹۸۸ء، ص۱۰۳

۱۱۔ زمین آگ کی آسمان آگ کا ، تتلیاں ڈھونڈنے والی، ص۱۸۵

۱۲۔ ایضاً، ص۱۸۱

۱۳۔ زاہدہ حنا، نیند کا زرد لباس ، مشمولہ رقص بسمل ہے ،الحمد پبلیکیشنز ،لاہور ،سن اشاعت،۲۰۱۱ء، ص ۲۱۲

۱۴۔ ایضاً، ص۲۱۲

۱۵۔ زاہدہ حنا، نیند کا زرد لباس، مشمولہ رقص بسمل ہے، ص۳ ۲۱

۱۶۔ زاہدہ حنا ،رقص بسمل ہے، مشمولہ، ہر سو رقص بسمل بود، ص۱۱۱

۱۷۔ کم کم بہت آرام سے ہے، مشمولہ رقص بسمل ہے، ص ۱۵۴

۱۸۔ آصف فرخی، صلاۃ الخوف مشمولہ مجموعہ آصف فرخی، فکشن ہاوس، لاہور، سن اشاعت ۲۰۱۱ء، ص۴۲۰

۱۹۔ آصف فرخی ،شہر بین مشمولہ مجموعہ آصف فرخی، ص ۳۶۵

۲۰۔ آصف فرخی شہر بین ،ص ۳۶۵

۲۱۔ عمیر منظر، طاہرہ اقبال کے منتخب افسانے، مکتبہ جامع دہلی ،سن اشاعت ۲۰۱۳ء ،ص ۷

۲۲۔ طاہرہ اقبال، شب خون ، مشمولہ ،سنگ بستہ ،مکتبہ جامع دہلی سن اشاعت ۲۰۱۳ء، ص۲۲

۲۳۔طاہرہ اقبال،شب خون، مشمولہ ،سنگ بستہ،ص ۲

۲۴۔طاہرہ اقبال، بھوک بھنور مشمولہ، سنگ بستہ ،ص۱۳۵

۲۵۔طاہرہ اقبال، بھوک بھنور، مشمولہ ،سنگ بستہ،ص ۱۳۶

۲۶۔طاہرہ اقبال کے منتخب افسانے ،غلاما،ص ۳۵

۲۷۔ مبین مرزا، دام وحشت مشمولہ خوف کے آسمان تلے، اکادمی بازیافت سن اشاعت ۲۰۰۴ء ،ص ۷۷

۲۸۔ مبین مرزا،بے خواب پلکوں پر ٹھہری رات ،مشمولہ خوف کے آسمان تلے،ص ۸۴

۲۹۔ مبین مرزا ،بے خواب پلکوں پر ٹھہری رات ،مشمولہ خوف کے آسمان تلے،ص۸۳

باب چہارم:

مجموعی جائزہ، تحقیقی نتائج، سفارشات

الف۔ مجموعی جائزہ:

ہراس لاطینی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "پریشانی "یا "زحمت، کے ہیں اس کے معنی ہیں ڈرا ہوا خوف زدہ، پریشان، دہشت زدہ، ہیبت زدہ اور ناامید کے ہیں۔ کسی بھی انسان کا ایسا رویہ جس کی وجہ سے کسی دوسرے کی تذلیل ہو اسے ذہنی پریشانی اور اذیت سے گزرنا پڑے ہراسانی کے زمرے میں آئے گا۔ روزمرہ زندگی میں دیکھا جائے تو بہت سے لوگ دوسروں کو ذہنی پریشانی اور جسمانی اذیت دینے کا باعث بنتے ہیں گھر ہو یا دفتر بازار ہو یا کوئی بھی جگہ ایسی نہیں جہاں مختلف لوگوں کو ان حالات کا سامنا ہو۔ ہر جگہ ایسے لوگ موجود ہیں جو دوسروں کی تذلیل کرنے کا باعث بنتے ہیں اور انہیں ذہنی اور جسمانی اذیت پہنچاتے ہیں

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مردوں کے اس معاشرے میں صرف عورت کو ہی ہراساں کیا جاتا ہے اور صرف وہی صنفی، جنسی، سماجی اور معاشی ہراسانی کا شکار ہے اس بات سے انکار نہیں کہ عورت اور مرد کا تقابل کیا جائے تو مردوں کی نسبت عورتوں کو روزمرہ زندگی میں ان مسائل کا سامنا زیادہ ہے لیکن عورت کے ساتھ مرد اور تیسری جنس بھی اس کا شکار نظر آتی ہے ان کو بھی صنفی جنسی، جسمانی ہراسانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہراسانی کی روک تھام کے لیے بہت سے لوگوں نے کام کیا ان میں سے اہم نام جین پلینجر کا ہے ۔

جین پلینجر عالمی سطح پر صنفی ہراسانی اور تشدد کے حوالے پچیس کے قریب ممالک میں کام کرتی رہی ہیں انہوں نے مختلف ممالک میں ہراسانی کے خلاف آواز بلند کی ہراسانی کے حوالے سے کام کرتے ہوئے جسمانی تشدد، نفسیاتی تشدد کے خاتمے اور بنیادی انسانی حقوق کی بحالی کے لیے کام کیا۔ انہوں نے محکوم طبقے کا ساتھ دیتے ہوئے معاشرتی ہراسانی سے متاثرہ افراد کی زندگیوں کے واقعات کو بیان کیا۔ جین پلینجر اور انہی کی طرح دوسرے بہت سے لوگ جنھوں نے انسانی حقوق اور ظلم کے خلاف علم بلند کیا ان کی کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ انسانی حقوق کی بحالی کے لیے عالمی سطح پر قوانین بنائے گئے تاکہ اگر کسی کی حق تلفی کرتے ہوئے اس کو ہراسانی کا نشانہ بنایا جائے تو وہ بے خوف و خطر اپنے لیے انصاف طلب کر سکے۔ عورتوں اور محکوم طبقے پر ہونے والے مظالم کو روکا جاسکے اور انہیں بنیادی انسانی دلائے جائیں۔

اردو اب نے ہمیشہ سماجی مسائل کو اپنے اندر سمویا ہے اور معاشرے کی حقیقی تصویر اپنے قاری کو دکھانے کی کوشش کی ہے اس لیے دیکھا جائے تو شاعری ہو یا نثر دونوں میں ہراسانی کی مختلف صورتوں کو پیش کیا گیا

اردو افسانے کی روایت کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آغاز سے اردو افسانے نے سماجی مسائل کو اپنے دامن میں جگہ دی۔ ہراسانی بھی ہمارے سماج کا ایک اہم مسئلہ ہے اس لیے آغاز سے ہی اس معاشرے میں جو لوگ ظلم زیادتی اور ہراسانی کے ذمہ دار ہیں ان مکروہ چہروں کو سامنے لے کر آئے ہراسانی صنفی ہو یا جنسی معاشی ہو یا معاشرتی تمام صورتوں پر افسانہ لکھا گیا۔

اردو افسانہ نگاروں نے بنیادی انسانی حقوق اور ظلم کے خاتمے کے لیے معاشرتی ہراسانی کے واقعات کو موضوع بنایا اور غیر اخلاقی رسومات کا نشانہ بننے والی خواتین جنھیں ستی اور ونی کی رسوم و رواج جاگیر درانہ نظام میں ہونے والے مظالم اور نچلی ذاتوں پر ہونے والا ظلم کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کیا اردو افسانہ کے ہاں ہمیں معاشرتی مسائل ملتے ہیں جن میں ہراسانی کی مختلف صورتیں طبقاتی، مذہبی، معاشی صنفی شامل ہیں افسانہ نگاروں نے معاشرتی ہراسانی کے واقعات جن میں مذہبی فرقہ واریت، سیاسی جبر، آمریت سے ہونے والے خوف ہراس کو کہانیوں کو بیان کیا اور معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کی۔

ابتدا میں اردو افسانہ نگاروں کے ہاں سماجی اور اصلاحی موضوعات ملتے ہیں اردو افسانہ نگاروں نے کہانیوں میں ان مظالم کو تحریر کرتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق کے لیے آواز بلند کی اور محکوم طبقے کے ساتھ کھڑے ہوئے افسانہ نگاروں نے معاشرتی ہراسانی کے واقعات جن میں مذہبی فرقہ واریت، سیاسی جبر، آمریت سے ہونے والے خوف ہراس کو کہانیوں میں بیان کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کی ابتدا میں اردو افسانہ نگاروں کے ہاں سماجی اصلاحی موضوعات ملتے ہیں انہوں نے محکوم طبقے پر ہونے والے جبر خواتین پر ہونے والے ظلم توہم پرستی جیسے موضوعات کو تحریر کیا بیسویں صدی کے پہلے عشرے کے افسانوں میں جاگیر درانہ نظام میں ہونے والے ظلم و ستم، اخلاقی اور اصلاحی موزوعات ملتے ہیں افسانہ کے آغاز سے ہی اصلاحی تحریکوں نے جنم لیا عہد جدید کے افسانوں میں معاشرتی اصلاحی موضوعات تحریر کرتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق کی بات کی اسی حوالے سے جین پلینجر گزشتہ کئی سالوں سے انسانی حقوق کی تنظیموں آئی ایل او اور یو این کے ساتھ عالمی سطح پر کام کر رہی ہیں انہوں نسلی، طبقاتی، جنسی صنفی ہراسانی کی واقعات کو بیان کرتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق کی نمائندگی کی انہوں نے گھریلو تشدد اور فیکٹریوں اور ملازمین پر ہونے والے نفسیاتی اور جسمانی تشدد کو روکنے اور بنیادی انسانی حقوق کی بحالی کے

لیے کام کیا اردو ادب کے ابتدائی دور کے افسانہ نگاروں پریم چند، کرشن چندر، احمد ندیم قاسمی، اختر حسین رائے پوری ،راجندر سنگھ بیدی عصمت چغتائی، سعادت حسن منٹو، غلام عباس نے اصلاحی موضوعات تحریر کرتے ہوئے انسانی حقوق کو موضوع بنایا انہوں نے سماجی مسائل کو افسانوں کا حصہ بناتے ہوئے سیاسی صورتحال، خوف، بے امنی، جبر کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے سیاسی گھٹن زدہ ماحول سے ہونے والی معاشری ہراسانی کے مسائل کو تحریر کرتے ہوئے تلخ حقائق کو بیان کیا اردو افسانہ کے آغاز سے ہی افسانہ نگاروں نے سماجی مسائل کی طرف توجہ دلائی اس کے بعد آنے والے افسانہ نگاروں نے بھی محکوم طبقے کو ہراساں کئے جانے کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے محکوم طبقے کی نمائندگی کی ہے اردو افسانہ نگاروں میں منشایاد نے نچلے طبقے میں ہونے والے سیاسی و سماجی مسائل پر بات کرتے ہوئے معاشرتی تلخ حقائق کو تحریر کیا ان کی کہانیوں میں ہمیں معاشرتی جبر سے متاثر کردار ملتے ہیں انہوں نے معاشرتی ظلم کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے نچلے اور متوسط طبقے میں ہونے والے سماجی ہراسانی کے مسائل کو بیان کیا انہوں نے جاگیر دارنہ نظام میں ہونے والی ناانصافیوں، چودھریوں اور وڈیروں کے ظلم کو کہانیوں میں تحریر کرتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو موضوع بنایا ان کی کہانیوں میں سماجی حقیقتوں کو موضوع بناتے ہوئے مفاد پرست جاگیرداروں کے جبر سے ہونے والی ہراسانی کو علامتی انداز میں بیان کیا۔ ان کی کہانیوں میں جبر، غلامی، خوف، سیاست، آمریت جاگیر دارنہ نظام جیسے موضوعات ملتے ہیں ان کے افسانوی مجموعہ بند مٹھی کے جگنو کی کہانیوں چھتیں اور ستون جڑیں، بند مٹھی کے جگنو میں علامتی انداز میں سماجی حقائق ملتے ہیں افسانہ باگھ بگھیلی رات، زوال کے اسباب، اندھیرے سے اندھیرے تک، ان کہانیوں میں منشایاد نے سماجی تلخ حقائق کو تحریر کرتے ہوئے مارشل لاء دور کے ظلم اور بے بسی کو بیان کرتے ہیں منشایاد معاشرتی جبر سے متاثر لوگوں کی زندگیوں کے المیوں کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کرتے ہیں انہوں نے دہشت گردی، مارشل لاء جبر سے ہونے والے ولاخوف اور کاٹ دار رویوں سے ہونے والی ہراسانی کے موضوعات کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی حقیقتوں کو بیان کیا انہوں نے محکوم طبقے سے ہونے والے ناروا سلوک کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے معاشرتی نمائندگی کی۔ رشید امجد کے افسانوں میں معاشرتی خوف کی صورتیں ملتی ہیں انہوں نے زندگی کے مسائل پر بات کرتے ہوئے معاشرتی تلخ حقیقتوں کو بیان کیا رشید امجد نے ظلم و جبر کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کرتے ہیں انہوں نے افسانوی مجموعے ”کاغذ کی فصیل “میں بیانیہ اپناتے ہوئے دیہی ماحول میں ہونے والی ہراسانی کے واقعات کو تحریر کرتے ہوئے افسانہ ”آدھے دائروں کا نوحہ “میں چوہدری موجا جیسے ظالم جاگیر داروں کی کہانی بیان

کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کی ہے کہانی میں جاگیر درانہ نظام کا ظلم اور ذات برادری کی تقسیم سے ہونے والی ہراسانی کو بیان کیا ے اسی طرح لیپ پوسٹ میں مارشل ء دور کے جبر سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی سے متاثر کردار ملتے ہیں "بیزار آدم کے بیٹے "میں رشید امجد نے جبر، موت سے خوف جیسے موضوعات کو علامت بنا کر مارشل لائی دور کی گھٹن اور خوف سے ہونے والے ہراسانی کو بیان کیا گیا ہے رشید امجد کے ہاں ہمیں فرد سے جڑے کردار ملتے ہیں یہ افسانوں میں معاشرتی جبری تسلط، دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی اور اور خوف کو موضوع بناتے ہیں"بانجھ ریت اور شام " "سراب "جبر کی صورتوں کی صورتیں ملتی ہیں ہے یہ خوف اور عدم تحفظ کے مسائل کو بیان کرتے ہوئے بنیادی انسانی حقوق کے لیے آواز اٹھاتے ہیں رشید امجد نے فرد کی زندگیوں کی مسائل تحریر کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کرتے ہیں انہوں نے "شہر بدری " "دھندلکا ""متلا ہٹ "جیسے افسانوں میں سیاسی ہراسانی پر بات کرتے ہوئے کلاشنکوف کلچر سے ہونے والی خوف اور دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی کے واقعات کو بیان کیا گیا اسی طرح "شہر گریہ "کہانی میں مذہبی ہراسانی کی صورتوں بیان کرتے ہوئے مذہبی مقامات میں دہشت گردی کے واقعات سے اور خودکش حملہ آواروں کے نہتے شہریوں کو خوفزدہ کرنے کے مسائل اور دہشت گردی سے ہراساں ہونے والے افراد کی زندگیوں کی کرب کو بیان کیا ہے رشید امجد نے مذہبی ہراسانی کے موضوعات کو تحریر کرتے ہوئے مسجدوں، مندروں، امام بارگاہوں میں ہونے والے بم دھماکوں سے خوف زدہ معاشرے کے المیہ کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی انتشار، خوف بے چینی کا شکار معاشرے کے مسائل کو تحریر کیا ان کے ہاں ہمیں مختلف موضوعات ملتے ہیں رشید امجد نے افسانوں میں اخلاقی اور معاشرتی اصلاحی موضوعات کے ساتھ معاشرتی اقدار کی پامالی، توہم پرستی معاشرتی اقدار کی پامالی کے موضوعات کو تحریر کرتے ہوئے مظلوم کے حق کے لیے آواز اٹھائی۔

اسی طرح آصف فرخی کے افسانوں میں معاشرتی ہراسنی سے متاثر کردار ملتے ہیں انہوں نے معاشرتی مسائل کا احاطہ کرتے ہوئے ہراسانی کی صورتوں کو کرتے ہیں ان کی کہانیوں میں فرد سے جڑے معاشرتی کردار ملتے ہیں آصف فرخی نے کراچی میں دہشت گردی سے متاثر افراد کے دل سوز واقعات کو بیان کرتے ہوئے معاشرتی ظلم کے خلاف آواز اٹھائی ان کے افسانوں میں معاشرتی خوف سے متاثر افراد کی کہانیاں ملتی ہیں فریکچر، ناگن چورنگی اس میں ظالم بوئے خون کی راہ ہے ان افسانوں میں کراچی شہر میں ہونے والی ہراسانی سے متاثر کرداروں کو موضوع بناتے ہوئے کراچی کے علاقوں میں مسلسل ہونے والے فائرنگ کے واقعات سے نہ صرف شہریوں کی زندگی متاثر

ہوئی آصف فرخی نے زندگیوں کے المیوں کو موضوع بنایا گیا ہے افسانہ " اندیش خانی "میں شہر میں ہونے والی فرقہ ورانہ دہشت گردی سے ہونے والے مسائل کو بیان کیا گیا ہے انہوں نے سیاسی فرقہ بازی سے متاثر عوام کے مسائل اور اس سے متاثر کرداروں پر بات کی گئی ہے ملک میں ہونے وسیاسی ولسانی مسائل کے ساتھ سر عام ہونے والی سیاسی اور سماجی ناانصافیوں کو بیان کرتے ہوئے خوف زدہ معاشرے کی عکاسی کی ان کے ہاں ہمیں فرد سے جڑی کہانیاں ملتی ہیں اردو افسانہ کی ابتدا میں معاشرتی ،اصلاحی موضوعات کے ساتھ معاشرتی اقدار ،خواتین ہر ہونے والے جبر ،مظالم توہم پرستی جیسے موضوعات کثرت ملتے ہیں اردوافسانہ نگاروں نے تقسیم ،فسادات ،سماجی مسائل کو افسانوں کا حصہ بنایا ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی زاہدہ حنا کی کہانیوں میں ہمیں سماجی ،مذہبی معاشی ہراسانی کے کردار ملتے ہیں عورتوں کے حقوق کے حوالے سے بات کرتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کو تحریر کرتی ہیں

انہوں نے سماجی ناانصافیوں معاشی اور جسمانی ہراسانی کے واقعات کو تحریر کرتے ہوئے عورتوں پر ہونے والے جبر کی صورتوں کو موضوع بنایا ان کے ہاں ہمیں ملکی اور عالمی پر ہونے والی دہشت گردی سے متاثر لوگوں کی کہانیاں ملتی ہیں مبین مرزا کے ہاں کراچی شہر کی سیاسی اور لسانی گروہی مسائل بندیوں کے مسائل پر مبنی کہانیاں ملتی مبین مرزا کے افسانوں معاشرتی ہراسانی کے مسائل ملتے ہیں خوف کے آسمان تلے سفید پردہ ان افسانوں فائرنگ اور لسانی گروہی فسادات سے ہونے والی ہراسانی کے واقعات ملتے ہیں مبین مرزا نے دہشت گردی اور دن دہاڑے فائرنگ ،بم دھماکوں سے ہونے والی معاشرتی ہراسانی کے واقعات کو افسانہ "دام وحشت "میں موضوع بنایا میں انہوں نے مذہبی عبادت گاہوں میں ہونے والے مسائل کو موضوع بناتے مسجدوں میں ہونے والے فسادات سے ہونے والی ہراسانی کی صورتوں کو افسانوں میں بیان کیا مبین مرزا کے افسانوں میں کراچی شہر میں ہونے والے فسادات سے ہونے والی ہراسانی کی صورتیں ملتی ہیں انہوں نے سیاسی ،گروہی مسائل پر بات کرتے ہوئے کراچی شہر میں ہونے والے ظلم اور معاشرتی کرب کو بیان کیا کراچی میں ہونے والی عام ہونے والی لوٹ مار اور دہشت گردی سے متاثر افراد کی کہانیوں کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کی عکاسی کی انہون نے کہانیوں میں "دام وحشت ،خودکش دھماکوں سے خوفزدہ افراد کی زندگیوں کی تلخ حقیقتوں کو موضوع بناتے ہوئے مذہبی فرقوں سے خوفزدہ انسان کے کردار کو بیان کیا ہے جنھیں مسجدوں میں سفید چوغہ پہنے لوگوں کو دیکھ کر بھی خوف آتا ہے اور وہ اس بے یقینی میں مبتلا ہے کہ کہیں یہ بھی خودکش بمبار نہ ہو کہانی میں "ریت کی دیوار "کہانی منشی نور محمد اور ان کے شہید بیٹے افضال احمد کی بیوہ کی کہانی کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی بے بسی اور کرب کو بیان کیا ہے "سفید

پردہ" میں طالبعلم کی کہانی تحریر کرتے ہوئے بے روزگاری اور غربت سے ہونے والے مسائل کو موضوع بناتے ہوئے خالد کی کہانی کو بیان کیا ہے جسے خود کش تنظیمیں اپنے مفادات کے لیے ملک کے خلاف استعمال کرتی ہیں "قید سے بھاگے ہوئے " اس افسانہ میں جاگیردرانہ نظام ظلم سے ہونے والی صنفی ہراسانی نچلے طبقے سے ہونے والی ناانصافیوں جیسے موضوعات پر بات کی گئی "خوف کے آسمان تلے "کہانی سر عام فائرنگ سے ہونے والی ہراسانی کے واقعات پر بات کرتی ہوئے معاشرتی المیوں کو بیان کرتے ہوئے کراچی اور ملک کے دوسرے شہروں سر عام ہونے والے دہشت گردی کے واقعات کو علامتی انداز میں بیان کیا ہے۔

خواتین افسانہ نگاروں میں خالدہ حسین کے ہاں ہمیں معاشرتی حقیقت نگاری کے موضوعات ملتے ہیں خالدہ حسین کا تعلق علمی گھرانے سے ہونے کی وجہ سے ادبی صلاحیتیں انہیں وراثت میں ملیں ان کے افسانوں میں گہری علامت ملتی ہے انہوں نے معاشرتی ہراسانی کے موضوعات کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی نمائندگی کی خالدہ حسین نے سیاسی جبر کو علامت بنایاان کی کہانیوں "مصروف عورت " "ڈولی " "زوال پسند عورت "میں عورتوں کی زندگیوں کے مسائل کو بیان کرتے معاشرتی بے حسی اور کاٹ دار رویوں سے ہونے والی ہراسانی کو موضوع بنایااس طرح افسانہ "سواری "میں کہانی میں دیہی کرداروں کے ذریعے معاشرتی تلخ حقائق بیان کیے۔افسانہ جزیرہ میں دہشت گرد سیاسی تنظیموں سیاسی جبر اور گھٹن زدہ معاشرے کے خوف کو بیان کیا ہے "تفتیش "میں خالدہ حسین عورت کی کہانی بیان کرتے ہوئے سازش کیس کی تفتیش کے بارے میں بات کی ہے "ابن آدم "اس فرح اس کہانی میں بھی خالدہ حسین نے دہشت گردی سے متاثر افراد کی زندگیوں کے المیوں کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کرتی ہیں انہوں نے دہشت گردی سے ہونے والی ہراسانی کو موضوع بناتے ہوئے حمزہ اور لیلا کے کرداروں کے تحریر کیا ہے۔

زاہدہ حنا عورت خوف کو محسوس کرتے ہوئے ان کے بارے میں بے باک انداز میں تحریر کرتی ہیں "تتلیاں ڈھونڈنے والی "اور "رقص بسمل ہے "یہ افغان عورتوں کے مسائل بیان کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت تلخ حقیقتوں کو بیان کرتی ہیں اسی طرح "پانیوں پر بہتی پناہ "کہانی مصنفہ کے سچ لکھنے اور ظلم کے خلاف بولنے کے مسائل کو موضوع بناتے ہوئے عورتوں ہر ہونے والے ظلم کو تحریر کیا گیاہے زاہدہ حنا نے عورتوں کے حقوق کے بارے میں بات کرتے ہوئے معاشرتی حقیقت نگاری کو بیان کیازاہدہ حنا کے ہاں ہمیں مختلف موضوعات ملتے ہیں۔

زاہدہ حنا کا افسانہ "زمین آگ کی آسمان آگ کا "کہانی میں شہنشاہ بیگم کے کردار کی صورت میں باسٹھ سالہ عورت جسے طلاق ہو جاتی ہے اور نان نفقہ مانگنے پر اسے تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے اس کہانی میں عورتوں کی زندگیوں

کے کرب کو موضوع بناتے ہوئے معاشرتی تلخ حقائق کو بیان کیا گیا ہے "نیند کا زرد لباس "میں ہندوستانی معاشرے کے مسائل پر بات کرتے ہوئے سماجی حقیقتوں کو کو موضوع بنایا ہے کہانی میں تعلیم کے حق سے محروم رکھنے اور غیر ملکی حملہ آوروں کی دہشت گردی سے متاثر لوگوں کی زندگیوں کے المیہ کو بیان کیا ہے اسی طرح طاہرہ اقبال کی کہانیوں میں جاگیر دارانہ نظام کے ظلم عورتوں کے بنیادی حقوق سے محرومی، اور محکوم طبقے کے مسائل ملتے ہیں ان کے افسانوں میں حقیقت نگاری کی گہری عکاسی ملتی ہے "تپسیا اس کہانی عورتوں پر کیے جانے والے ظلم سے ہونے والی ہراسانی کو بیان کیا گیا انہوں نے وٹہ سٹہ کی شادیوں سے کے مسائل پر بات کرتے ہوئے زینب کی کہانی بیان کرتے ہوئے جرگہ کے غلط فیصلوں اور بے جوڑ شادیوں سے ہونے والے معاشرتی مسائل کو بیان کیا طاہرہ اقبال کے ہاں دیہی مسائل ،جاگیر درانہ ظلم، اور معاشرتی ہراسانی کے موضوعات ملتے ہیں انہوں نے ظلم کا نشانہ بننے والی عورتوں، کی کہانیوں کو بیان کیا "زندہ عورتوں کا عجائب گھر "اور "بھوک بھنور "میں طاہرہ اقبال نے عورتوں کے مسائل اور جاگیر درانہ نظام میں ہونے والے جبر سے ہونے والی ہراسانی کو تحریر کیا ان کے افسانوں میں جاگیر داروں ،وڈیروں کے ظلم اور زیادتیوں کا شکار افراد کی بے بسی ملتی ہے ہانہوں نے معاشرتی ظلم اور زیادتیوں کو تحریر کرتے ہوئے حویلیوں کی سہمی ہوئی عورتوں کی دبی ہوئی آوازوں کو "شب خون "میں بیان کیا انہوں جاگیر دارنہ نظام میں ہونے والے مسائل کو تحریر کرتے ہوئے محکوم طبقے پر ڈھائے جانے والے مظالم سے ہونے والی ہراسانی کی صورتوں کو بیان کرتی ہیں ان کی کہانیوں میں ہمیں جاگیر درانہ نظام میں عورتوں کے ساتھ ہونے والا ناروا سلوک، وٹہ سٹہ کی شادیوں سے ہونے والے واقعات اور فرسودہ توہم پرست روئیوں سے ہونے والی ہراسانی اور محکوم طبقے سے ہوئے والی انصافیوں جیسے مسائل ملتے ہیں انہوں نے صنفی ہراسانی کی صورتوں کو تحریر کرتے ہوئے معاشرتی جبر کو "گھم گھم مدھانی "اور افسانہ "عزت "میں تحریر کیا "جوڑا گھوڑا "میں بے جوڑ شادیوں اور معاشرتی مسائل کو موضوع بنایا "گندا کیڑا گندا کیڑا کا علامت بناتے ہوئے گھٹن زدہ معاشرے کے خوف کو موضوع بنایا۔

ابتدا سے لے کر اب تک اردو افسانہ نگاروں نے ہر طرح کے موضوعات پر قلم اٹھایا اردو افسانہ کی روایت سے ہی ہمیں معاشرتی حقیقت نگاری نظر آتی ہے آج کا افسانہ نگار بھی اپنے سماج سے جڑا ہوا نظر آتا ہے اس نے اپنی کہانیوں میں جہاں زندگی کی رنگینیوں اور رعنائیوں کو بیان کیا وہیں ظلم جبر زیادتی فسطائیت اور معاشرتی ، سماجی مسائل پر کھل کر آواز بلند کرتے ہوئے اپنے حصے کی شمع روشن کی۔

ب۔ نتائج :

- اردو ادب میں منتخب افسانہ نگاروں نے معاشرتی، مذہبی، سیاسی، اور معاشی ہراسانی کی صورتوں کو اپنی تحریروں میں پیش کیا۔
- منتخب اردو افسانہ نگاروں نے ہراسانی کی مختلف صورتوں کو بیان کرتے ہوئے شخصی مسائل پر قلم اٹھایا جن کے معاشرتی اور تہذیبی لحاظ سے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔
- بنیادی انسانی حقوق کے متعلق آگاہی حاصل ہوئی اور فلاحی تنظیمیں وجود میں آئیں شعور بلند ہوا تنظیموں کی مثبت کارکردگی کی وجہ سے معاشرتی ظلم کے خلاف آواز بلند ہوئی۔
- لوگوں میں خود اعتمادی نے جنم لیا اور خاص طور خواتین میں مثبت تبدیلی یہ آئی کہ ان کی خود اعتمادی میں اضافہ ہوا۔
- صنفی ہراسانی انسانی زندگی پر گہرے منفی اثرات مرتب کرتی ہے اور اس سے زندگی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔
- معاشرتی جبر کی وجہ سے خوف وہراس میں پھیلتا ہے لہٰذا تمام ہی افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں معاشرتی صنفی ہراسانی کے خلاف آواز بلند کی۔
- ہراسانی کا سامنا مرد کو ہو یا عورت کو یہ ہمارے معاشرے کا اہم مسئلہ ہے اس لیے تقریباً تمام ہی افسانہ نگاروں نے معاشرتی اور صنفی ہراسانی کو اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ۔

ج۔ سفارشات:

۱۔ منتخب اردو شاعرات کے ہاں ہراسانی کی صورتوں کی پیش کش پر کام کیا جاسکتا ہے ۔

۲۔ اردو ادب اور بنیادی حقوق تحقیق طلب موضوع ہے اس حوالے سے کام کیا جاسکتا ہے ۔

۳۔ اردو شاعری میں ہراسانی کے سماجی اور تہذیبی اثرات کو بھی موضوع تحقیق بنایا جاسکتا ہے ۔

۴۔ انسانی حقوق کے حوالے سے فلاحی تنظیموں کے مقاصدات پر مزید کام کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ نسلی تعصب سے متاثرہ افراد کے مسائل کو تحقیق کا موضوع بنایا جاسکتا ہے۔

کتابیات

بنیادی مآخذ :

آصف فرخی، شہر ماجرا، مکتبہ دانیال، وکٹوریہ چیمبر ہارون روڈ، کراچی، ۱۹۹۵ء

آصف فرخی، میرے دن گزر رہے ہیں، اے جی پرنٹرز، کراچی، ۲۰۰۱ء

آصف فرخی، آتش فشاں پر کھلے گلاب، طارق پبلی کیشنز، کراچی، ۱۹۸۲ء

آصف فرخی، چیزیں اور لوگ، ناشر حسن مطبوعات، کراچی، ۱۹۹۱ء

آصف فرخی، اسم اعظم کی تلاش، حسن مطبوعہ، کراچی، ۱۹۸۴ء

آصف فرخی ایک آدمی کی کمی، فضل سنز پرائیویٹ لمٹیڈ، ۱۹۹۹ء

آصف فرخی، میں شاخ سے کیوں ٹوٹا، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۷ء

آصف فرخی، شہر بیتی، فکش ہاؤس، لاہور، ۲۰۰۸ء

آصف فرخی، شہر ماجرا، مکتبہ دانیال، کراچی، ۱۹۹۵ء

خالدہ حسین، مصروف عورت، سنگ میل پبلیشرز، لاہور، ۱۹۸۹ء

خالدہ حسین، پہچان سنگ میل پبلیشرز، ۱۹۸۱ء

خالدہ حسین، ہیں خواب میں ہنوز، سنگ میل پبلیشرز، لاہور، ۱۹۹۵ء

خالدہ حسین، میں یہاں ہوں، سنگ میل پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۵ء

رشید امجد، ڈاکٹر، دکھ ایک چڑیا ہے، نیشنل بک فاوڈیشن، اسلام آباد، ۲۰۱۶ء

رشید امجد، ڈاکٹر، ایک عام آدمی کا خواب، مقبول اکیڈمی شاہرہ قائداعظم، لاہور، ۲۰۰۶ء

رشید امجد، ڈاکٹر بیزار آدم کے بیٹے، دستاویز پبلشرز، راولپنڈی، ۱۹۷۴ء

رشید امجد، ڈاکٹر ست رنگے پرندے کے تعاقب میں، حرف اکادمی راولپنڈی، ۲۰۰۲ء

رشید امجد، ڈاکٹر پت جھاڑ میں خود کلامی اثبات پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۱۹۸۴ء

رشید امجد ڈاکٹر، عکس بے خیال، ماڈرن پبلش ہاؤس گولا مارکیٹ دریا گنج نئی دہلی، ۱۹۸۶ء

زاہدہ حنا، رقص بسمل ہے، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء

زاہدہ حنا، تتلیاں ڈھونڈنے والی، تخلیق کار پبلشر، ۲۰۱۰ء

طاہرہ اقبال، گنجی بار، دوست پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء

طاہرہ اقبال،سنگ بستہ، شگریلہ پرنٹر کیشنز، اسلام آباد ،۲۰۱۱ء
طاہرہ اقبال، ریخت، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد ،۲۰۱۰ء
مبین مرزا، خوف کے آسمان تلے، اکادمی بازیافت ،۲۰۰۴ء
منشایاد، ماس اور مٹی، سید شاکر، شاہ ماڈرن بک ڈیپو آبپارہ ،اسلام آباد ،۱۹۸۰ء
منشایاد، وقت سمندر، ماڈرن بک ڈیپو آبپارہ اسلام آباد،۱۹۸۶ء
منشایاد، شہر فسانہ، دور پبلی کیشنز اسلام آباد ،۲۰۰۳ء
منشایاد، خلا اندر خلا، برق سینٹر، اسلام آباد، ۱۹۸۶ ء

ثانوی مآخذ:

احمد ندیم قاسمی، خود منتخب کردہ ۴۰افسانے، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۱ء
بکسر وفتی، بحوالہ، سردار جعفری ”ترقی پسند ادب،، مکتبہ عالیہ پاکستان لاہور ۷ ۱۹۸ء
بی بی امینہ ،ڈاکٹر، خالدہ حسین شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آبا،۲۰۱۷ء
ترنم ریاض، بیسویں صدی میں خواتین کا اردو ادب، ساہتیہ اکامی دہلی،۲۰۰۴ء
خالد محمود، رابندر ناتھ ٹیگور فکر و فن، جامعہ لمیٹیڈ، نئی دہلی، ۲۰۱۲
زاہدہ حنا، عورت زندگی کا زندان (مضامین) تخلیق کار پبلشرز ،۲۰۰۶ء
سرور الہادی، ادب کی سماجیات، انجمن ترقی اردو، ہند، نئی دہلی، ۲۰۰۴ ء
صادقہ ذکی، ادب خواتین اور سماج، مکتبہ جامعہ نئی دہلی،۱۹۹۶ء
طاہرہ اقبال ،پاکستانی اردو افسانہ سیاسی و تاریخی تناظر میں، فکش ہاؤس، ۲۰۱۵ء
عظمی فاروقی، ڈاکٹر، اردو میں نسائی تنقید روایت اور مسائل، ناشر سعید پبلی کیشنز،۲۰۱۰ء
فوزیہ اسلم، ڈاکٹر، اردو افسانے میں اسلوب و تیکنیک کے تجربات، اسلام آباد ،پورب اکادمی ،۲۰۰۷ء
فرمان فتح پوری، ماس اور مٹی، مثال پبلشرز اسلام آباد،۱۹۸۰ء
قمر رئیس، اردو میں بیسویں صدی کا افسانوی ادب،، کتاب دنیا دہلی،۲۰۰۴ء
مبارک علی، ڈاکٹر تاریخ اور معاشرہ، فکش ہاؤس لاہور،۱۹۹۹ء
مبارک علی، ڈاکٹر، پاکستانی معاشرہ، تاریخ پبلی کیشنز لاہور ،۱۹۹۹ء
مرزا حامد بیگ، اردو افسانے کی روایت ۱۹۰۳ء تا ۲۰۰۹ء، علم و عرفان پبلیشرز ۲۰۰۶ء
محمد اشرف کمال، ڈاکٹر، تنقیدی تھیوری اور اصلاحات، مثال پبلی کیشنز ،لاہور،۲۰۱۶ء

نعیم انیس، اردو کی معروف افسانہ نگار خواتین اور ان کی خدمات، شعبہ اردو کلکتہ گرلز کالج کلکتہ ،۲۰۱۲ء
وارث علوی، جدید افسانہ اور اس کے مسائل، نئی آواز جامعہ نگر، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء

لغات:

جمیل جالبی، ڈاکٹر، قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد ۲۰۰۶ء
محمد عبداللہ، مرتبہ فرہنگ عاملہ، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء
نورالحسن نیئر، مولوی، نورالغات، نیشنل بک فاؤنڈیشن ،۲۰۰۶ء

رسائل:

الماس، شاہ عبداللطیف یونیورسٹی خیر پور
ادب لطیف، لاہور
تحقیق نامہ، گورمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور
تفہیم کتابی سلسلہ پبلیشر راجوری جموں کشمیر
دریافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد
معیار تحقیقی و تنقیدی مجلہ، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد